ہندوستانی قدیم مذاہب

از

حضرت مولانا ابوالحسن زید فاروقی

اور

حضرت میرزا جانِ جاناں مظہر کا مکتوب

از

جناب مولانا سید اخلاق حسین صاحب

حضرت شاہ ابوالخیر اکاڈمی، شاہ ابوالخیر مارگ، دہلی ۶
۱۹۹۰

ہندوستانی قدیم مذاہب

از

حضرت مولانا ابوالحسن زید فاروقی

فاضل جامعہ ازہر

اور
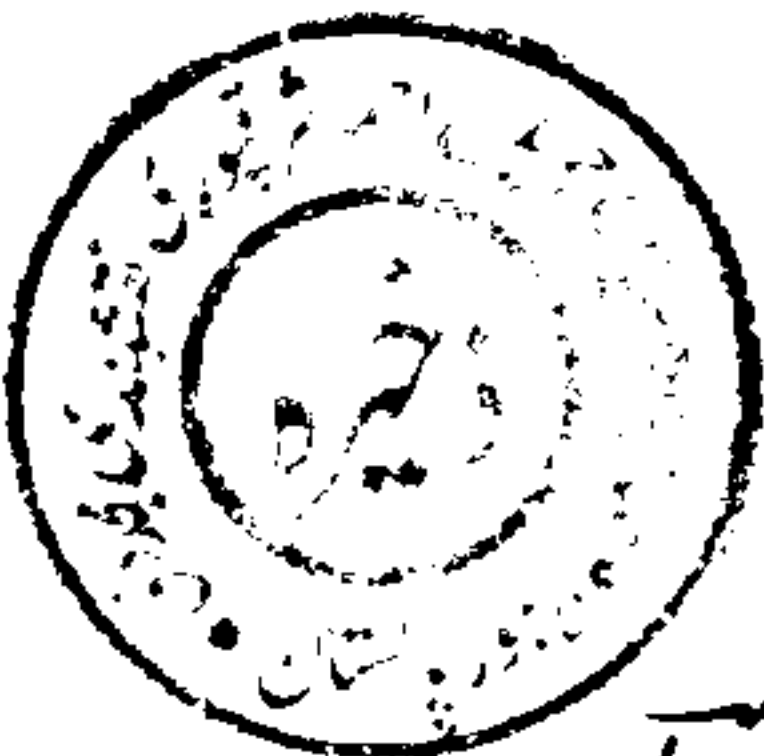
حضرت میرزا جانِ جاناں مظہر کا مکتوب

از جناب مولانا سید اخلاق حسین صاحب

لال محل بستی حضرت نظام الدین نئی دہلی

ناشر

حضرت شاہ ابوالخیر اکاڈمی شاہ ابوالخیر مارگ دہلی ۶

1990

کتاب کا نام ——— ہندوستانی قدیم مذاہب اور حضرت میرزا مظہر جان جاناںؒ

صفحات ——— ۷۲

84365

مصنف ——— حضرت مولانا ابوالحسن زید فاروقی فاضل جامعہ ازہر
جناب مولانا سید اخلاق حسین

مہتمم ——— ابوالنصر انس فاروقی

معاون ——— محمد ادریس قریشی ۲۴۰، کوچہ میر ہاشم۔ شاہ ابوالخیر مارگ، دہلی ۶

طابع و ناشر ——— حضرت شاہ ابوالخیر اکاڈمی۔ شاہ ابوالخیر مارگ دہلی

کاتب ——— محمد معصوم اختر نعمانی۔ ساکن ارابا ڑی، رائے پور، کشنگنج، پورنیہ (بہار)

قیمت ——— 12/-

تعداد ——— ایک ہزار

مطبوعہ ——— کلر پرنٹنگ پریس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِی تَوَالَتْ آلَاؤُہٗ وَتَکَاثَرَتْ نَعْمَاؤُہٗ وَھُوَ اللّٰہُ

الْوَاحِدُ الْاَحَدُ الصَّمَدُ لَہُ الْکِبْرِیَاءُ وَالْعَظَمَۃُ وَالْمَجْدُ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ

وَالرَّحْمَۃُ وَالبرکۃ علٰی حبیبہ المجتبٰی ورسولہ المصطفٰی سیدنا محمد الذی

جعلہ اللّٰہ رحمۃ للعالمین وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہِ الَّذِیْنَ

جَعَلَھُمُ اللّٰہُ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ فَھُمْ سُفُنُ السَّلَامَۃِ وَنُجُوْمُ الْھِدَایَۃِ

حضرت میرزا مظہر جان جاناں قدس سرہٗ نے ایک مکتوب گرامی میں ہندوؤں کی بت پرستی اور ان کی مقدس کتاب وید کے متعلق بصیرت افروز حقائق کا اظہار کیا ہے۔ اس مکتوب گرامی کا تحقیقی جائزہ محترمی علامہ سید اخلاق حسین صاحب، ساکن لال محل، بستی نظام الدین، نے لکھا ہے جو کہ مجلۂ قاری کے شمارہ محرم ۱۴۰۷ھ وشمارہ صفر (ماہ ستمبر وماہ اکتوبر ۱۹۸۶ء) میں چھپا ہے اپنے موضوع کے اعتبار سے جناب علامہ کا جائزہ بہت خوب اور وافی وکافی ہے۔ چوں کہ اس عاجز نے دس بارہ سال پہلے حضرت میرزا قدس سرہٗ کے مکتوب مبارک کا ترجمہ کیا تھا اور اس سلسلہ میں ائمۂ گرامی قدر کی کتابوں سے کچھ فوائد جمع کئے تھے۔ لہٰذا مناسب معلوم ہوا کہ علامہ موصوف کی تحریر کے ساتھ جو کچھ کہ عاجز نے لکھا ہے طبع کرادے۔

حضرت میرزا جان جاناں قدس سرہٗ کا یہ مبارک مکتوب نہایت قیمتی تاریخی وثیقہ ہے، یہ مکتوب کتاب "کلمات طیبات" میں صفحہ پچیس سے ستائیس تک ہے۔ یہ کتاب "کلمات طیبات" جناب ابوالخیر محمد بن احمد مراد آبادی کی تالیف ہے۔ اور دوسری مرتبہ ۱۳۰۹ھ میں مطبع مجتبائی واقع دلی میں طبع ہوئی اس مکتوب کے بیان اور تشریح سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت

حضرت میرزا مظہر قُدِّسَ سِرُّہٗ کا مختصر حال ذکر کر دیا جائے، چنانچہ عاجز لکھتا ہے۔

حضرت میرزا مظہر قُدِّسَ سِرُّہٗ

آپ کی ولادت۔ فجر کے وقت، یوم جمعہ، گیارہ رمضان ۱۱۱۱ھ (۲۴ مارچ ۱۷۰۰ء) یا ۱۱۱۳ھ (۱۰ فروری ۱۷۰۲ء) میں مقام کالا باغ حدود مالوہ میں ہوئی۔

آپ کی وفات

بدھ کی رات، ساتویں محرم ۱۱۹۵ھ (۹ مارچ ۱۷۸۱ء) تین اشقیا آپ کی قیام گاہ پہنچے۔ اور انھوں نے کنڈی کھٹ کھٹائی، آپ نے دروازہ کھولا، ان میں سے ایک بدبخت نے دریافت کیا "آپ مظہر جان جاناں ہیں" آپ نے اثبات میں جواب دیا۔ دوسرے بدبخت نے کہا "ہاں یہی مرزا مظہر جان جاناں ہیں"۔ یہ سن کر پوچھنے والے نے تپنچہ سے دو گولیاں آپ کے مبارک سینہ پر ماریں، اور فوراً رات کے اندھیرے میں روپوش ہو گئے۔ حضرت میرزا تیسرے دن مغرب کی نماز کے وقت ہفتہ کی رات دس محرم ۱۱۹۵ھ (۵ جنوری ۱۷۸۱ء) رحلت فرمائے، خلد بریں ہوئے اور ہفتہ کے دن ۱۰ محرم، ۶ جنوری کو اپنی اہلیہ صاحبہ کے مکان میں چوں گنج بے بہا زیر زمین مدفون ہوئے۔ عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ مِنَ الْمَوْلَی الْکَرِیْمِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ۔

آپ کا نسب

آپ کے والد کا نام میرزا جان اور تخلص جانی فرزند میرزا عبد السبحان پسر میرزا محمد امان پسر شاہ بابا سلطان پسر بابا خان پسر میر غلام محمد پسر امیر محمد پسر خواجہ رستم شاہ پسر امیر کمال الدین جواں مرد ہے اور کمال الدین جواں مرد کا نسب انیس واسطوں سے حضرت محمد بن حنفیہ سے ملتا ہے جو کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے فرزند عالی قدر ہیں۔

آپ کے والد میرزا جان، شاہ ہند اورنگ زیبؒ عالمگیر کے دربار میں منصب دار تھے۔ انھوں نے ترک منصب کیا اور ممالک دکن سے آگرہ کو روانہ ہوئے۔ جب مقام کالا باغ پہنچے جو کہ مالوہ کے حدود میں ہے۔ تو میرزا صاحب کی ولادت ہوئی۔ یہ خبر سلطان اورنگ زیبؒ کو پہنچی تو

انہوں نے فرمایا، باپ جان ہیں، بیٹا جانِ جاں ہے، اگرچہ بادشاہ نے حضرت میرزا کا نام جان جاں رکھا لیکن اللہ کو منظور تھا کہ وہ جانِ جاناں ہوں۔ چنانچہ عوام کی زبان پر جانِ جاناں جاری ہوا، خوب کہا ہے، جس نے کہا ہے۔ زبان خلق کو نقارۂ خدا جانو۔

حضرت شاہ نعیم اللہ بہرائچی رحمۃ اللہ نے خوب لکھا ہے۔

پیر و مرشد برحق، خداوند نعمت، حبیب اللہ، نائب رسول اللہ، من اُعطی مکاناً علیّا، (جن کو بلند مرتبہ ملا ہے) وَلَمْ یَجْعَلْ لَہٗ مِنْ قَبْلُ سَمِیًّا (نہیں کیا گیا پہلے اس نام کا کوئی) حضرت میرزا جان جاناں، حنفی مذہبًا، مجددی مشربًا، شمس الدین یقینًا (آپ کا مذہب حنفی، اور آپ کا طریقہ مجددی، اور آپ کا لقب دین کا آفتاب تھا) مدّ اللہ تعالیٰ ظلال جلالہٖ وکمالہٖ وقدّسنا اللہ ببرکتہٖ وافضالہٖ، (اللہ تعالیٰ آپ کے جلال و کمال کے سایوں کو (اثرات کو) پھیلائے اور آپ کی برکت اور افضال سے اللہ تعالیٰ ہمارے مراتب عمدہ کرے۔

حضرت میرزا علوی سید ہیں، چوں کہ آپ کے جدّ کلاں نے مغل بادشاہ کی بیٹی سے نکاح کیا تھا۔ ان کی اولاد کو میرزا کا خطاب ملا۔ میرزا کا لفظ دو لفظوں سے بنا ہے، ایک امیر دوسرا زادہ۔ امیر کا الف اور زادہ کا ہ گرا دیا گیا ہے۔ اس طرح میرزا معرض وجود میں آیا، عرف عام میں میر کی یا بھی حذف کر دی جاتی ہے اور مرزا کہہ دیا جاتا ہے، حضرت میرزا قدس سرہ لفظ میرزا کا استعمال کرتے تھے، اپنے دیوان کے ابتدائیہ میں تحریر فرمایا ہے۔

بعد حمد و صلوٰۃ فقیر جان جاناں متخلص بمظہر پسر میرزا جان جانی تخلص۔ الخ

اور آپ نے شعر میں فرمایا ہے۔

بہ جائے سنگ طفلاں پارہائے شیشہ باید زد
چو مظہر میرزا دیوانۂ نازک طبیعت را

اور آپ اپنا اسم گرامی جانِ جاناں تحریر فرماتے تھے۔

آپ سولہ سال کے تھے کہ آپ کے والد بزرگوار رحلت فرما گئے۔

آپ کا حضرات مشائخ کی خدمت میں پہنچنا

آپ نے فرمایا، میں اٹھارہ سال کا تھا کہ میں نے سید السادات حضرت نور محمد بدایونی خلیفہ حضرت شیخ سیف الدین فرزند حضرت محمد معصوم فرزند حضرت مجدد قدس اللہ اسرارہم کا ذکر خیر سنا اور میں آپ کی خدمت میں پہنچا، میں نے آپ کو سنت مبارکہ سے آراستہ پایا اور آپ سے بیعت ہوگیا، چار سال تک حضرت سید سے مستفید ہوتے رہے اور خلافت حاصل کی، اور حضرت سید کی وفات کے بعد چھ سال تک حضرت کے مزار پُرانوار سے مستفید ہوتے رہے، پھر آپ نے خواب میں حضرت سید کو دیکھا انہوں نے آپ سے فرمایا۔ کمالات بے انتہا ہیں، کسی زندہ بزرگ سے کمالات حاصل کرو۔

حضرت حاجی محمد افضل سیالکوٹیؒ سے استفادہ

آپ علماء کبار اور محدثین اخیار میں سے ایک فرد کامل تھے۔ آپ نے مکہ مکرمہ میں محدث شہیر شیخ سالم بصری سے حدیث شریف کی اجازت حاصل کی ہے، شاہ ولی اللہؒ نے بھی شیخ سالم بصری سے اجازت حدیث شریف کی لی ہے۔

حضرت میرزا فرماتے ہیں، میں نے آپ سے التماس توجہات کی، آپ نے فرمایا تم نے خوب تحقیق اور قرینہ سے سلوک حاصل کیا ہے اور تم کو مقامات کا کشف حاصل ہے۔ ہم کو کشف مقامات کا چنداں علم نہیں ہے، حضرت میرزا فرماتے ہیں۔ اگرچہ بظاہر سلوک کا استفادہ آپ سے نہیں کیا ہے لیکن حدیث شریف پڑھنے کے ضمن میں آپؒ کے باطن کے فیوضات وارد ہوتے رہتے تھے۔ جن سے نسبت شریفہ کو قوت ملی ہے۔ حدیث شریف کے ذکر کے وقت حضرت حاجی کو استغراقی کیفیت حاصل ہو جاتی تھی اور رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت مبارکہ کے انوار و برکات کا بہت ظہور ہوتا تھا۔ آپ ہمارے شیخ الحدیث اور پیر صحبت ہیں۔ ہم نے بیس سال تک ان سے بہت فوائد حاصل کئے ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہ و رضی عنہ۔

حضرت حافظ سعد اللہ

حضرت محمد صدیق فرزند حضرت خواجہ محمد معصوم کے خلیفہ ہیں بارہ سال حضرت میرزا نے آپ سے استفادہ کیا۔

شیخ الشیوخ حضرت محمد عابد سنامی

حضرت عبدالاحد وحدت فرزند حضرت محمد سعید فرزند حضرت مجدد قدس اللہ اسرارہم کے خلیفہ ہیں۔ حضرت میرزا پورے گیارہ سال آپ کی خدمت میں رہے اور طریقۂ قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ کی اجازت آپ سے حاصل کی، ۱۸ ماہ رمضان ۱۱۶۰ھ کو آپ کی وفات ہوئی رحمۃ اللہ علیہ اس وقت حضرت میرزا کی عمر انچاس سال کی تھی، ابتدائی دور کے سولہ سال گزرنے کے بعد کامل تینتیس ۳۳ سال آپ حضرات مشائخ سے وابستہ رہے۔ آپ پر اسرار باطنی کے دروازے کھل گئے۔ اور آپ مجمع اکابر ہوئے۔ حضرت شاہ ولی اللہ آپ کے متعلق فرماتے ہیں۔

اللہ نے مجھ کو صحیح کشف عنایت کیا ہے، ساری دنیا کے حالات مجھ سے پوشیدہ نہیں ہیں بلکہ ہاتھ کی لکیروں کی طرح مجھ پر ظاہر ہیں، میں دیکھتا ہوں کہ حضرت میرزا مظہر جان جاناں کا مثل دنیا کے کسی حصہ میں نہیں ہے۔ جس شخص کو مقامات سلوک کی خواہش ہو، وہ ان کی خدمت میں جائے۔

شاہ ولی اللہ نے ایک خط میں آپ کو لکھا ہے، "مَتَّعَ اللّٰهُ الْمُسْلِمِيْنَ بِإِفَادَاتِ قَيِّمِ الطَّرِيْقَةِ الْأَحْمَدِيَّةِ وَرَاوِيْ رِيَاضِ الطَّرِيْقَةِ بِتَوَجُّهَاتٍ نَفْسِهِ الزَّكِيَّةِ۔
اللہ مسلمانوں کو شیخ احمد سرہندی کے طریقۂ مبارکہ کے قائم رکھنے والے حضرت

میرزا جان جاناں) کے افادات سے مستفید کرے، اور آپ کے انفاس مبارکہ کی توجہات سے گلشن طریقت کو سیراب فرمائے۔

حضرت میرزا کی شہادت

آپ کی وفات کے بیان میں گزر چکا ہے کہ تین اشقیا نے تپنچہ سے آپ کے سینۂ بے کینہ کو زخمی کیا اور شنبہ دس محرم ۱۱۹۵ھ ۵ جنوری ۱۷۸۱ء کو آپ کی تدفین ہوئی۔ بیان کیا گیا ہے کہ آپ کے قتل کرانے میں نجف خاں کا اور اس کے پروردگان افراسیاب، ہمدانی اور مرزا شفیع کا ہاتھ تھا، اللہ تعالیٰ نے بہت جلد ان چاروں اشقیا کو کیفر کردار تک پہنچایا، چنانچہ ایک دانائے بصیر نے کہا ہے [1]

نجف خاں نہ ماند و نجف خانیش — نہ افراسیاب و نہ ہمدانیش
نہ لشکر بماند و نہ مرزا شفیع — شود حاکم نو بہ فصل ربیع

نجف خاں انچاس سال کی عمر میں ۱۱۹۶ھ کو اس کے منہ بولے بیٹے افراسیاب اور شفیع ۱۱۹۸ھ اور ۱۱۹۷ھ میں اور محمد بیگ اور اس کا بھائی اسماعیل بیگ اپنے کیفر کردار کو پہنچے فَقَدْ خَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُوْن

حضرت میرزا قدس سرہ نے اپنے لوح مرقد کے لئے کیا بے مثال شعر کہا ہے۔

بہ لوح تربت من یافتند از غیب تحریرے — کہ ایں مقتول را جز بے گناہی نیست تقصیرے

سنگین بیگ نے کتاب "سیر المنازل" میں یہ قطعہ لکھا ہے۔

---

[1] اس قطعہ کو مولانا عبد الحکیم ولد عبد الوہاب سورتی نے "رسالہ منتخبات حکایات الصالحین" میں اس طرح لکھا ہے۔

نہ ماند نجف خان و نے خانیش — نہ افراسیاب و نہ ہمدانیش
نہ بیگم بماند نہ آقا شفیع — شود حاکم نو بہ فصل ربیع

آہ مظہر تو کجائی کہ پئے جستن تو — گل جُدا بوئے جدا رنگ جدا می گردد

مظہر آں پاک گہر کو کہ بر گردِ سرِ اُو — مہ جُدا مہر جدا چرخ جدا می گردد

رَحِمَہُ اللّٰہُ وَرَضِیَ عَنْہُ وَاَفَاضَ عَلَیْنَا مِنْ بَرَکَاتِہٖ وَاَسْرَارِہٖ

حضرت میرزا مظہر صاحب کا مکتوب

عاجز مکتوب شریف کے ترجمہ پر اکتفا کرتا ہے۔

استفسار۔ کسی نے دریافت کیا ہے ——— ہندوستان کے کافروں کا مذہب عرب کے مشرکوں کے دین کی طرح بے اصل مذہب ہے۔ یا ان کے دین کی کوئی اصل ہے جو منسوخ ہو چکی ہے اور ان کے متقدمین کے متعلق کیا اعتقاد رکھنا چاہیئے۔

جواب :۔ اہل ہند کی قدیمی کتابوں سے جو کچھ معلوم ہوتا ہے یہ ہے۔

آغاز پیدائش کے وقت بنی نوع بشر کی فلاح اور بہبود کے لئے اللہ تعالیٰ نے ازراہِ رحمت ایک کتاب نازل کی جس کا نام بید (وید) ہے اس میں نوع انسانی کے معاش اور معاد (بازگشت) کے اصلاح کا بیان ہے۔ یہ کتاب ایک فرشتہ کے توسط سے جس کا نام برہما ہے اور جو کہ ایجاد عالم کا آلہ بنا ہے، بھیجی گئی ہے۔ اس کتاب کے ماننے والوں کے مجتہدین نے اس کتاب سے چھ مذاہب کا استخراج کر کے اپنے عقائد کے اصول ان مذاہب پر رکھے ہیں۔ اس فن کو دھرم شاستر کہتے ہیں یعنی ایمانیات کا علم اور ان مجتہدین نے افراد انسانی کو چار طبقات میں تقسیم کیا ہے اور ہر طبقہ کے احکام بیان کئے ہیں، اس فن کو کرم شاستر کہتے ہیں، یعنی عملیات کا علم، جس کو ہم علم فقہ کہتے ہیں۔ یہ لوگ احکام میں نسخ کے قائل نہیں ہیں لہٰذا اپنی عقل سے زمانہ اور احوال کے مطابق احکام میں تغیر کرتے ہیں۔ انہوں نے اس عالم کی عمر کو چار حصّوں پر تقسیم کیا ہے۔ اور ہر حصّے کا نام جگ رکھا ہے۔ اور ہر جگ کے اعمال کا بیان کیا ہے۔

ان کے متاخرین نے جو تصرفات کئے ہیں، ان سے ہم کو بحث نہیں ہے کیوں کہ وہ اعتبار کرنے کے لائق نہیں ہیں۔

ان کے تمام فرقے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر متفق ہیں اور عالم کو حادث اور مخلوق کہتے ہیں ان کے نزدیک عالم کا فنا ہونا ثابت ہے۔ اور وہ جسمانی حشر اور اعمال کی جزا کے قائل ہیں۔ ان کے عقلی اور نقلی علوم بھی ہیں، وہ ریاضتیں اور مجاہدات کرتے ہیں، اور معارف کی تحقیقات اور مکاشفات کا اثبات ان سے ہے، ان کے کتب خانے جا بہ جا موجود ہیں، ان کی بُت پرستی از وجہ شرک در الوہیت نہیں ہے بلکہ اس کی دوسری وجہ ہے۔

ان لوگوں نے انسانی زندگی کے چار حصّے کئے ہیں۔ پہلا حصّہ علم حاصل کرنے کا ہے، دوسرا حصّہ تحصیل معاش اور اولاد کا، اور تیسرا حصّہ تصحیح اعمال اور اصلاح نفس کا، اور چوتھا حصّہ انقطاع و تجرّد اور انسانی کمال حاصل کرنے کا، ان کے دین کے قواعد پوری طرح منظم ہیں، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا دین مرتب تھا، جس طرح پر کہ یہود و نصاریٰ کا دین تھا اور اب منسوخ ہو گیا ہے۔ اور منسوخ شدہ ادیان میں سوائے یہود و نصاریٰ کے کسی دوسرے مذہب (دین) کے منسوخ ہونے کا ذکر شریعت میں نہیں ہے، حال آنکہ بہت سے ادیان کا نسخ ہوا ہے اور بہت سے ادیان معرض محو و اثبات میں آچکے ہیں۔

سمجھ لینا چاہیے کہ آیت مبارکہ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ط (اور کوئی فرقہ نہیں جس میں نہیں ہو چکا کوئی ڈرانے والا) اور آیت مبارکہ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ (ہر فرقے کا ایک رسول ہے۔ سورۂ یونس آیت ۴۷) اور دوسری آیت مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ہندوستان کے ممالک میں انبیا اور رسولوں کی بعثت ہوئی ہے اور ان کی کتابوں میں ان (انبیا اور رسولوں) کا ذکر اچھی طرح ثابت ہے۔ اور ان کے جو آثار باقی رہ گئے ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کمال اور تکمیل کے مدارج میں رہے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت عامہ نے

اس وسیع مملکت کو چھوڑا نہیں ہے۔

حضرت پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے ہر قوم کا پیغمبر ہوا کرتا تھا جو ان میں مبعوث ہوتا تھا۔ اور اسی پیغمبر کی اطاعت اور فرماں برداری اس قوم کو واجب ہوتی تھی، دوسری قوم کے پیغمبر کی پیروی واجب نہیں ہوتی تھی، حضرت خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم ہی تمام عالم کے واسطے مبعوث ہوئے ہیں اور ان کا دین تمام ادیان کا ناسخ ہے، انقراض زماں تک آپ کی نافرمانی کرنے کی مجال کسی کو نہیں ہے، آپ کی بعثت سے لیکر اس وقت تک کہ ایک ہزار ایک سو اسی سال گزر چکے ہیں، جو بھی آپ سے وابستہ نہیں ہوا ہے وہ کافر ہے اور یہ حکم ان لوگوں کا نہیں ہے جو آپ کی بعثت سے پہلے گزرے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ، مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ " اور ہم نے بھیجے ہیں بہت رسول تجھ سے پہلے، کچھ ان میں کہ سنایا تجھ کو ان کا احوال اور کچھ ہیں کہ نہیں سنایا" اس مبارک آیت سے ظاہر ہے کہ بہت سے انبیا کا ذکر نہیں آیا ہے، لہذا ان کے بارے میں ہمارا خاموش رہنا ہی بہتر ہے اور ہم کو ان کے پیرواں کے متعلق نہ کفر وضلالت کا یقین کرنا چاہیئے۔ اور نہ ان کی نجات وفلاح کا اور یہی طریقہ ہم کو اہل فارس اور تمام ممالک کے ساتھ رکھنا بہتر ہے اور بغیر قطعی (یقینی) دلیل کے کسی کو کافر کہنا، معمولی بات نہیں ہے۔

ہندوؤں کی بت پرستی کی حقیقت یہ ہے کہ وہ فرشتے جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس عالم کون وفساد میں کچھ تصرف کرتے ہیں، یا بعض کاملین کی روحیں جو اپنے ابدان سے الگ ہونے کے بعد اس عالم میں کچھ تصرف رکھتی ہیں یا بعض زندہ افراد جن کے متعلق ان لوگوں کا خیال ہے کہ وہ زندۂ جاوید ہیں جیسے حضرت خضر علیہ السلام ہیں۔ یہ لوگ ایسے افراد کی مورتیاں بنا کر اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، اور ایک مدت کے بعد جس کی مورتی

بنائی گئی ہے اس سے کچھ مناسبت پیدا کر لیتے ہیں اور یہ لوگ اس مناسبت سے اپنے حوائج معاشی اور معادی کو ادا کرتے ہیں۔ ان لوگوں کا عمل، ذکر رابطہ (تصور شیخ) سے مشابہت رکھتا ہے، جو کہ صوفیۂ اسلامیہ کا معمول ہے کہ اپنے پیر و مرشد کا تصور کرتے ہیں اور فیوضات حاصل کرتے ہیں البتہ ان لوگوں کے عمل اور صوفیۂ اسلامیہ کے عمل میں اتنا فرق ہے کہ صوفیہ مورتی کی تراش نہیں کرتے ہیں۔ اور مورتی سے مناسبت پیدا کرنے کی بات کفار عرب میں نہیں ہے۔ عرب کے کفار مورتیوں اور تماثیل کو متصرف بالذات کہتے تھے وہ ان مورتیوں کو تصرف الٰہی کا آلہ (ذریعہ) نہیں سمجھتے تھے، وہ کہتے تھے کہ یہ بت زمین کے خدا ہیں اور اللہ تعالیٰ آسمانوں کا خدا ہے اور یہ الوہیت (خدائی) میں شریک ہے اور ہندوؤں کا سجدہ تحیت اور تعظیم کا سجدہ ہے، عبودیت کا سجدہ نہیں ہے۔ ان کے آئین اور طریقہ میں ماں، باپ پیر استاذ کے ساتھ سلام کی جگہ اسی سجدہ کا رواج ہے اور وہ اس کو ڈنڈوت کہتے ہیں۔

رہا تناسخ کا اعتقاد تو یہ کفر کو لازم نہیں کرتا، (یعنی تناسخ کے اعتقاد کی وجہ سے ہم ان کو کافر نہیں کہہ سکتے)، والسلام

حضرت میرزا مظہر جان جاناں قدس اللہ سرہٗ نے اس مکتوب میں ہنود کے مذہب کا بیان کر دیا ہے کہ اہل ہنود کہتے ہیں آغاز پیدائش میں اللہ نے ایک کتاب جس کا نام بید ہے نازل کی۔ اس کتاب کو برہما فرشتہ لایا۔ برہما ایجاد عالم کا آلہ ہے۔ ہنود کا مذہب منضبط ہے۔ جو خرابیاں نظر آتی ہیں وہ بعد کی پیداوار ہیں۔ بتوں کو تعظیم کا سجدہ کیا جاتا ہے۔ فرشتے اور کاملوں کی روحیں ان کے دیوتا ہیں، ہندو مذہب میں دنیا حادث ہے، حشر نشر کے قائل ہیں، خدا کی وحدانیت کے قائل ہیں وہ تناسخ کے قائل ہیں اور ہم ان کے اس اعتقاد کی وجہ سے ان کو کافر نہیں کہہ سکتے اور آپ نے فرمایا ہے، ہم ہندوؤں کے ان اوتاروں کے

متعلق خاموش رہیں گے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے پہلے ہوئے ہیں۔
خاموش رہنے کا یہ مطلب ہے کہ ہم ان کے متعلق کوئی حکم نہیں کریں گے نہ یہ کہ وہ نبی تھے اور نہ یہ کہ نبی نہیں تھے اور جو لوگ ان کو نبی مانتے ہیں ہم ان لوگوں کو بھی نہ بُرا کہینگے نہ اچھا۔ حضرت میرزا قدس سرہ کے متعلق یہ لکھنا کہ "آپ انھیں نبیوں کا درجہ دیتے تھے" درست نہیں ہے۔ قرآن و حدیث میں ان کا ذکر نہیں آیا ہے۔ اس صورت میں حکم کرنا درست نہیں۔

علمائے کرام کے اقوال

حافظ عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن عمر معروف بہ ابن کثیر دمشقی نے اپنی تفسیر کی جلد اوّل کے صفحہ ۱۰۵ میں سورۂ بقرہ کی آیت باسٹھ ۶۲ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ الخ کی تشریح میں، اور اسی آیت شریفہ کی تشریح میں حافظ جلال الدین عبد الرحمٰن سیوطی نے تفسیر الدر المنثور کی پہلی جلد کے صفحہ ۷۲ میں لکھا ہے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے ان ہم مذہبوں کے متعلق دریافت کیا جن کے ساتھ میں رہا تھا۔ میں نے ان کی عبادت اور مجاہدہ کا ذکر کیا۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی
اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰی وَالصّٰبِئِیْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ۔
(جو لوگ مسلمان ہوئے اور جو لوگ یہودی ہوئے اور نصاریٰ اور صابئین جو کوئی یقین لایا اللہ پر اور پچھلے دن پر اور کام کیا نیک تو ان کو ہے ان کی مزدوری اپنے رب کے پاس اور نہ ان کو ڈر ہے اور نہ وہ غم کھائیں۔

شاہ عبدالقادر نے فائدہ میں لکھا ہے "صابئین بھی ایک فرقہ ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مانتا ہے۔

اس آیت شریفہ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں، یہودیوں، نصاریٰ اور صابئہ کا ذکر کیا ہے اور اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لانے اور نیک عمل کرنے کو مدار نجات بیان کیا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے سورۂ حج کی آیت سترہ ۱۷ میں فرمایا ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِئِیْنَ وَالنَّصٰرٰی وَالْمَجُوْسَ وَالَّذِیْنَ اَشْرَكُوْا اِنَّ اللّٰهَ یَفْصِلُ بَیْنَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ

" جو لوگ مسلمان ہیں اور جو لوگ یہود ہیں اور صابئیں اور نصاریٰ اور مجوس اور جو شرک کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ فیصلہ کرے گا ان میں قیامت کے دن اللہ کے سامنے ہے ہر چیز"

شاہ عبدالقادر نے حاشیہ میں لکھا ہے:" مجوس آگ پوجتے ہیں اور ایک نبی کا بھی نام لیتے ہیں معلوم نہیں پیچھے بگڑ گئے ہیں یا سرے سے غلط ہیں"

سورۂ بقرہ کی آیت میں مسلمان، یہودی نصاریٰ اور صابئہ کا ذکر ہے، اور سورۂ حج کی آیت میں ان چار کا اور مجوس کا اور مشرکوں کا ذکر ہے، اس سے یہ معلوم ہوا کہ مسلمان یہود، نصاریٰ، صابئہ اور مجوس مشرک نہیں ہیں، اگرچہ یہود عزیر کو اور نصاریٰ مسیح کو اللہ کا بیٹا کہیں۔

تفسیر بیضاوی کے محشی شیخزادہ نے سورہ بقرہ کی آیت باسٹھ ۶۲ کے بیان میں لکھا ہے ج ۱ ص ۳۱۴ (ترجمہ) اگر یہ بات کہی جائے کہ جس کا کوئی دین نہ ہو یا کوئی دین رہا ہو اور وہ منسوخ ہو گیا ہو جیسا کہ صابئہ ہیں، ان کو اجر جزیل کس طرح ملے گا اور وہ بے ڈر اور بے غم کیوں ہوں گے ہم اس بات کے جواب میں کہتے ہیں، یہ بات ان افراد کے نزدیک درست ہے جو کہتے ہیں کہ صابئہ حضرت نوح علیہ السلام کے دین پر تھے اور نوح کا دین منسوخ ہونے سے پہلے برحق دین تھا، اور تفسیر میں یہ بھی لکھا ہے کہ سدّی نے کہا ہے

کہ صابئہ اہل کتاب میں سے ایک جماعت ہے۔ امام ابوحنیفہ نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں، صابئہ کا حکم اہل کتاب کا ہے۔ ان کا ذبیحہ حلال ہے اور ان کی لڑکیوں سے نکاح جائز ہے کیوں کہ یہ لوگ زبور پڑھتے ہیں اور کواکب کو قبلہ بنا کر تعظیم کرتے ہیں وہ اپنی نماز میں کواکب کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، جس طرح مسلمان کعبہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ ہم کو اللہ نے حکم دیا ہے کہ ان کواکب کو اپنا قبلہ بنائیں۔

اور جس نے کہا ہے کہ صابئہ ملائکہ اور کواکب کی عبادت کرتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ یہ سیارات آلہہ ہیں یعنی خداوندان تدبیر ہیں تو اس صورت میں ان پر ایراد وارد ہوتا ہے کیوں کہ یہ لوگ بتوں کے بچاریوں کی طرح ہیں اور اس قول کو امام ابو یوسف اور امام محمد نے لیا ہے اور ان دونوں نے ان کا ذبیحہ کھانے اور ان کی لڑکیوں سے نکاح کرنے کو ناجائز قرار دیا ہے۔

علامہ آلوسی نے تفسیر روح المعانی کی جلد اوّل صفحہ دو سو اکتیس[۲۳۱] میں لکھا ہے۔

(ترجمہ) صابئہ ایک جماعت ہے جس کا قلبی لگاؤ روحانیوں سے ہے، وہ روحانیوں کو اپنا واسطہ قرار دیتے ہیں اور جب ان کو اعیان روحانیوں کا تقرب حاصل نہ ہو سکا اور وہ ان سے کچھ حاصل نہ کر سکے تو ان کی ایک جماعت ہیاکل کی طرف متوجہ ہوئی، رومیوں کا مفزع سیارات ہوئے اور ہندیوں کا ملجا ثوابت ہوے (وہ کواکب جو اپنی جگہ پر قائم رہتے ہیں) اور ایک جماعت نے ہیاکل سے نزول کر کے اشخاص کو واسطہ بنایا، انھوں نے ایسے اشخاص کو واسطہ بنایا جو نہ سنتے ہیں، نہ دیکھتے ہیں اور نہ کسی کا کوئی کام کر سکتے ہیں۔ پہلا فرقہ کواکب کا بچاری ہوا اور دوسرا مورتیوں کا، اور یہ دونوں فرقے مختلف گروہوں میں بٹے ہیں۔ ان گروہوں کے اعتقادات اور عبادات میں اختلافات ہیں۔

امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں، یہ بت پرست نہیں ہیں یہ ستاروں کی تعظیم ہمارے کعبہ کی

تعظیم کی طرح کرتے ہیں۔ الخ

مجوس آگ کو، جوار بھاٹا کے وقت سمندر کو سجدہ کرتے ہیں ان کا یہ سجدہ اللہ کے مظہر جلال کو سجدہ کرنا ہے۔ لہذا ان کو مشرک نہیں کہا جا سکتا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں یہ بحث سامنے آئی کہ مجوس سے جزیہ لیا جائے یا خراج، حضرت عمر نے اصحاب شوریٰ کو جمع کیا اور ان سے دریافت کیا، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے زردشتیوں کے متعلق کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے "سُنُّوا بِهِمْ سُنَّةَ أَهْلِ الْكِتَابِ" کہ ان کے ساتھ اہل کتاب کا معاملہ کرو۔ چنانچہ حضرت عمر نے "ہجر" کے مجوس سے جزیہ لیا۔

علامہ ابن حزم ظاہری اندلسی متوفی ۴۵۶ھ نے "الفصل فی الملل والاھواء والنحل کی جلد اول کے صفحہ ۱۹۱ میں لکھا ہے " واما زرادشت فقد قال کثیر من المسلمین بنبوته " زرادشت کی نبوت کے بہت سے مسلمان قائل ہیں" اور ۹۲ میں مجوس کے متعلق لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ، سعید بن المسیب، قتادہ، ابو ثور اور اہل الظاہر کے اکثر علماء نے مجوس کو اہل کتاب کہا ہے، اور لکھا ہے اس قول کی صحت کے لئے یہ دلیل کافی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے جزیہ لیا ہے۔

علامہ ابو الفتح محمد بن ابی القاسم الشہرستانی متوفی ۵۴۸ھ نے "الملل والنحل" میں لکھا ہے جو کہ ابن حزم کی کتاب کے حاشیہ میں چھپی ہے۔ دوسری جلد کے صفحہ ۶۳ میں ہے۔

زرادشت کو اللہ نے نبی اور رسول بنا کر بھیجا، اس کا مذہب تھا کہ اللہ کی عبادت اور شیطان کی تکفیر کی جائے، امر بالمعروف اور منکرات سے نہی اور خبائث سے اجتناب کرے۔

وقال النور والظلمة اصلان متضادان وکذلک یزدان واهرمن وهما مبدأ موجودات العالم وحصلت التراکیب من امتزاجهما وحدثت الصور من التراکیب المختلفة والباری تعالی خالق النور والظلمة ومبدعهما وهو واحد لا شریک له

ولا ضد ولا ند ولا یجوز ان ینسب الیہ وجود الظلمۃ کما قالت الزروانیۃ
لکن الخیر والشر والصلاح والفساد والطہارۃ والخبث انما حصلت من امتزاج النور
والظلمۃ ولو لم یمتزجا لما کان وجود للعالم وہما یتقاومان ویتغالبان الی ان یغلب
النور الظلمۃ والخیر الشر ثم یتخلص الخیر الی عالمہ والشر ینحط الی عالمہ وذلک
ہو سبب الخلاص۔

اور اس نے کہا ہے کہ نور اور ظلمت دو متضاد اصلیں ہیں، یہی حال یزدان و اہرمن کا ہے اور
وہ موجودات عالم کا مبدا ہیں اور ان کے امتزاج سے ترکیب کا وجود ہوا ہے اور مختلف تراکیب
سے صورتیں بنی ہیں اور باری تعالیٰ نور و ظلمت کا پیدا کرنے والا ہے اور ان کو ظاہر کرنے والا
ہے۔ وہ یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور نہ اسکا ضد ہے نہ ند، درست نہیں ہے کہ برائی
کی نسبت اس کی طرف کی جائے جیسا کہ زروانیہ نے کیا، خیر و شر، صلاح و فساد، پاکی اور
ناپاکی کا وجود نور و ظلمت کے ملنے سے ہوا ہے۔ اگر یہ دو آپس میں نہ ملتے، عالم کا وجود
ہی نہ ہوتا یہ دونوں لڑتے جھگڑتے ہی رہیں گے، یہاں تک کہ نور ظلمت پر اور خیر شر پر
غالب آجائے گا۔ خیر اپنے عالم میں رہجائے گا۔ اور شر اپنے عالم میں نزول کرے گا۔ چھٹکارے
کی یہی صورت ہوگی۔

الصابئہ سید عبدالرزاق حسنی بغدادی نے ارسٹھ صفحات کا رسالہ "الصابئۃ قدیما
وحدیثا" لکھا ہے، قاہرہ، مصر کے مشہور محقق اور مورخ، شیخ العروبہ احمد
زکی باشا رحمہ اللہ نے اس کا مقدمہ لکھا ہے اور مکتبۂ خانجی نے ۱۳۵۰ھ/۱۹۳۱ء میں اس کو طبع کیا
اپنے موضوع میں نہایت قیم ہے اس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

صابئہ کا مذہب سب مذاہب سے اقدم ہے۔ اس کے اصول اس طرح ہیں۔
نجوم و کواکب کی مختلف قوتیں ہیں اور وہ اس کون کی مدبرات ہیں اور ایک برتر و

اعلیٰ ایسی قوت ہے جو ان نجوم و کواکب کی حفاظت کرتی ہے اور ان سے کام لیتی ہے۔ صابئہ نے اپنے معابد میں ان نجوم و کواکب کی شکلیں بنا رکھی ہیں تاکہ ان وسائط سے اس برتر و اعلیٰ قوت کا تقرب حاصل ہو۔

صابئہ کی دیانت کے چار ادوار ہیں۔

پہلے دور میں قطبی تارہ اور کواکب سبعۂ سیارہ کی تعظیم ہے چونکہ قطبی تارہ ان کا قبلہ ہے اس واسطے اس کی تعظیم زیادہ ہے

دوسرے دور میں معابد کا ظہور ہوا اور اس دور میں کواکب کی شکلوں کی مورتیاں بنا کر معبدوں میں رکھ دیں اور ان کی عبادت شروع کر دی، مشہور مؤرخ مسعودی نے لکھا ہے کہ اجرام کی عبادت پر صابئہ تھوڑی مدت قائم رہے، پھر ان کے حکماء اور علماء نے کہا کہ نظر آنے والے اجسام میں افلاک اور کواکب اللہ سے زیادہ قریب ہیں اور یہ زندہ اجسام ہیں ان میں روح ہے، یہ باتیں کرتے ہیں۔ اللہ کا پیام فرشتے ان کو پہنچاتے ہیں، جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہے اللہ کے حکم سے کواکب اس کو کرتے ہیں، لہٰذا تم ان کی تعظیم کرو اور قربانیاں پیش کرو۔ ایک مدت تک صابئہ کا اس پر عمل رہا اور جب ان کو یہ خیال آیا کہ یہ آسمانی اجسام اُن کو نظر نہیں آتے۔ انہوں نے معابد بنائے اور آسمانی اجرام کی شکلوں میں بُت بنا کر ان کی عبادت شروع کر دی، ہر کوکب کا علیحدہ معبد بنایا ان کا اعتقاد ہے کہ جب وہ ان تماثیل کی عبادت کرتے ہیں تو آسمانی اَجسام ان کی طرف مائل ہوتے ہیں اور اُن کی مشکلیں آسان کرتے ہیں۔

تیسرے دور میں مذہب کی تدوین ہوئی ہے، ان کے راہبوں نے مذہب کی تحلیل اور تنبیں کی ہے انہوں نے فلسفی آراء بھی دیانت میں شامل کر لئے ہیں۔

چوتھا دور انقلاب کا آخری دور ہے، جو حضرت عیسٰی علیہ السلام کی ولادت سے پہلے شروع ہوا ہے اور پھر ہوتا رہا ہے، صابئہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری یوحنا کو مجدد قرار دیا ہے اور اب تک ان کو نبی مجدد کہتے ہیں۔ اس دور میں تمام مذاہب کا

اثر اس مذہب میں ہوا ہے۔

صابئہ کا مذہب۔ صابئہ خالق کو (پیدا کرنے والے کو) ایک اور ازلی کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کے وجود کی نہ ابتدا ہے نہ انتہا، وہ طبیعت اور مادہ سے منزّہ اور پاک ہے۔ تمام اشیا کا پیدا کرنے والا وہی وحدہ لاشریک لہ ہے۔

سید بغدادی نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے متعلق صابئہ کے اعتقاد میں اور مسلمانوں کے اعتقاد میں اختلاف نہیں ہے۔ البتہ صابئہ نے اللہ کے واسطے ایک معنوی صورت بنا رکھی ہے اور وہ کہتے ہیں حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق اللہ کی صورت پر ہوئی ہے۔

یہ عاجز ابو الحسن زید کہتا ہے، ہو سکتا ہے کہ یہ بات صابئہ نے یہود سے لی ہو کیونکہ یہود اللہ تعالیٰ کو کرسی پر بیٹھا ہوا دکھاتے ہیں۔ مسلمانوں میں جو طائفہ مجسمہ ہے اسی خیال کا حامل ہے۔

صابئہ کہتے ہیں آسمان کے سات طبقے ہیں، چوتھے طبقے میں سورج ہے اور ساتویں میں چاند اور تمام کائناتِ حیّہ (حیات و نمو والی) کی تخلیق آگ اور پانی سے ہوئی ہے۔

اور کہتے ہیں ہر مخلوق کا ایک وجود ظاہری ہے اور ایک وجود سرّی۔ وہ ظاہری وجود کو "ارہ تیبل" اور سرّی وجود کو "مشونی کشطہ" کہتے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کا سری نام "کاسیا" ہے اور ان کی بیوی حوّا کا سری نام "کانات" ہے۔

اور کہتے ہیں خیر و شر کا وجود انسان کی پیدائش سے پہلے کا ہے۔ انسان کو جو اختیار کرنے، نہ کرنے کا ملا ہے، اس کی وجہ سے خیر و شر کا ظہور ہوا ہے۔

ان کے نزدیک ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے کا نام موت ہے، نیست اور نابود ہونے کا نام موت نہیں ہے۔ جب کسی شخص کی روح اس کے بدن سے نکلتی ہے وہ نیست و

نابود نہیں ہوتی، بلکہ وہ " عالمی ذنہورو " (عالم انوار) میں منتقل ہوجاتی ہے، اگر روح پاک ہوتی ہے، وہاں ابدی راحت کی زندگی گزارتی ہے، اور اگر روح خبیث ہے تو اس کو دوسری شکل کا لباس پہنادیا جاتا ہے جو اس کے واسطے عذاب ہوتا ہے،

صابئہ یہ بھی کہتے ہیں۔ جب روح بدن سے نکلتی ہے دو فرشتے اس کا استقبال کرتے ہیں، ایک کا نام "ھا ور یل نشرویہ" ہے اور دوسرے کا "قمامیر زیواہ" ہے۔ یہ دو فرشتے روح کو میزان (ترازو) تک قریبی راستہ سے لے جاتے ہیں، یہ قریبی راستہ پینتالیس دن میں طے ہوتا ہے۔ روح میزان میں تلتی ہے، اگر روح اچھی ہے تو وہ نورانی عالم کو چلی جاتی ہے اور اگر روح بُری ہے تو عذاب برداشت کرتی ہے اور سزا بھگت کر نجات پاتی ہے اور پھر میزان میں تلتی ہے اور پھر نورانی عالم کو چلی جاتی ہے۔

صابئہ کے مذہب میں روزہ ہے، طہارت ہے، اذان ہے جو بلند آواز سے نہیں ہوتی اتنی آواز سے ہوتی ہے کہ حاضرین سن لیں، دن میں تین مرتبہ نماز پڑھتے ہیں، سورج نکلنے سے پہلے، زوال کے وقت اور سورج ڈوبنے سے پہلے۔ نمازی کا منہ جذی (مکہ) کی طرف رہتا ہے، ان کی نماز میں رکوع نہیں ہے۔

جناب سید عبدالرزاق حسنی بغدادی نے اپنے رسالہ کے خاتمہ میں لکھا ہے کہ جو کچھ بیان کیا گیا ہے اس سے صابئہ کے مذہب کی ابتدا کا معلوم کرنا متعذر ہے اور یہ کہنا بھی مشکل ہے کہ یہ موجودہ صابئہ وہی صابئہ ہیں جن کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے۔ یا یہ اور لوگ ہیں اور انہوں نے اپنے کو صابئہ بنالیا ہے جیساکہ " ہنری یونیوں " نے اپنی کتاب میں لکھا ہے۔ مسٹر ہنری کی اس تحریر کے باوجود ہم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ موجودہ صابئہ اپنے اکثر دینی مراسم میں قدیم صابئہ کے پیرو ہیں اگرچہ ہم کو یہ نہیں معلوم ہوسکا ہے کہ ان کو یہ دینی تعلیمات کیسے پہنچی ہیں جو کتابیں ان لوگوں کے پاس ہیں (عراق کے صابئہ کے پاس

ہیں) ان کو دیکھ کر ہم یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتے ہیں کہ یہ قدیم صابئہ کے وقت کی (طوفان نوح علیہ السلام سے پہلے کی یا طوفان نوح کے بعد کی) تحریر ہیں یا یوحنا حواری کے زمانے کی ہیں۔

حضرت امام عالی مقام ابو حنیفہ نعمان رحمۃ اللہ و رضی اللہ عنہ فارسی نژاد تھے، آپ کو ادیان فرس کا علم رہا ہو گا، ان میں اصل مذہب زردشت کا ہے، باقی ادیان اس کی شاخیں ہیں، زردشت اللہ کی وحدانیت کا قائل ہے، وہ کہتا ہے، تمام عالم پر الٰہ واحد کی حکومت ہے، وہ میدانِ حشر میں صراط کا اور اعراف کا قائل ہے، ان امور کا ادراک انسان کی عقل سے بالاتر ہے، زردشت کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ حضرت عیسٰی علیہ السلام سے چھ ہزار سال پہلے ہوا ہے، اگر بعد کے راہبوں نے غلط باتیں اپنے مذہب میں ملا دی ہیں تو کیا عجب ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام برحق نبی تھے، ان کے مذہب میں یہودیوں نے عزیر کو اللہ کا بیٹا اور نصاریٰ کے مذہب میں راہبوں نے مسیح کو اللہ کا بیٹا بنایا ہے، کیا اب ہم حضرت موسیٰ اور حضرت عیسٰی علیہما السلام کی نبوت سے اَلْعِیَاذُ بِاللہِ انکار کریں گے، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے۔ "سُنُّوْا بِهِمْ سُنَّةَ اَهْلِ الْكِتَابِ" مجوس کے ساتھ اہل کتاب کا معاملہ کرو، لہذا ہجر کے مجوس سے جزیہ لیا گیا۔ جیسا کہ اہل کتاب سے لیا جاتا ہے۔

ہندوستان کے مسلم سلاطین نے ہنود کی لڑکیوں سے نکاح کیا، انہوں نے اپنی لڑکیاں ہنود کو نہیں دی ہیں۔ ان کا عمل بتا رہا ہے کہ انہوں نے ہنود کو اہل کتاب سمجھا ہے بے شک مجوس آگ کو اور سمندر کے جوار بھاٹا کو سجدہ کرتے ہیں، عاجز نے بمبئی میں دیکھا کہ جوار بھاٹا کے وقت مجوس سجدہ میں جا پڑتے ہیں اور پھر اوندھے منہ دیر تک گڑگڑاتے اور روتے رہتے ہیں وہ اس پانی کو سجدہ نہیں کرتے ہیں بلکہ اس جلال کو سجدہ کرتے ہیں جس کا اظہار اس وقت پانی کر رہا ہے اور وہ اس آگ کو سجدہ کرتے ہیں جس کا اظہار آگ کے شعلے کرتے ہیں۔ مجوس کے نزدیک یہ پانی اور یہ آگ اللہ تعالیٰ کے جلال کا مظہر ہیں۔

محقق فاضل مولانا سید مناظر حسن گیلانی رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً کے کلام پر یہ عاجز اس بحث کو تمام کرتا ہے۔

جناب سید گیلانی نے "سوانح قاسمی کے حصہ دوم کے صفحہ چار سو انچاس، پچاس، اکیاون میں جو کچھ لکھا ہے عاجز اس کا خلاصہ لکھتا ہے۔

ہمارا دعویٰ نہیں کہ اور ادیان و مذاہب اصل سے غلط ہیں اور دین آسمانی نہیں ہیں۔

دین ہنود کے متعلق ہم یقیناً نہیں کہہ سکتے ہیں کہ یہ دین اصل سے آسمانی ہے اور یہ بھی یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتے ہیں کہ یہ دین اصل سے جعلی ہے خدا کی طرف سے نہیں آیا ہے،

گیلانی صاحب نے قرآنی شواہد پیش کر کے لکھا ہے، پھر یہ کیونکر کہدیجئے کہ اس ولایت ہندوستان میں جو ایک عریض و طویل ولایت ہے کوئی ہادی نہ پہنچا ہو، کیا عجب ہے کہ جس کو ہندو صاحب اوتار کہتے ہیں اپنے زمانے کے نبی یا ولی یا نائب نبی ہوں۔ قرآن میں بعض رسولوں کا ذکر کیا گیا ہے اور ایسے بھی انبیا و رسل ہیں جن کا تذکرہ آپ سے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نہیں کیا گیا ہے، کیا عجب کہ انبیاء ہندوستان بھی اِن ہی نبیوں میں سے ہوں جن کا تذکرہ آپ سے نہیں کیا گیا۔

جیسے حضرت عیسٰی علیہ السلام کی طرف دعوی خدائی نصاریٰ نے منسوب کر دیا ہے اور دلائل عقلی و نقلی اس کے مخالف ہیں ایسے ہی کیا عجب ہے کہ سری کرشن اور سری رام چندر کی طرف بھی یہ دعویٰ بہ دروغ منسوب کر دیا گیا ہو، کیا عجب ہے کہ سری کرشن و سری رامچندر بھی ان عیوب مذکورہ سے مبرّا ہوں اوروں نے ان کے ذمے یہ تہمت لگا دی ہو۔

مولانا سید گیلانی نے کہا ہے، کیا عجب ہے کہ انبیاء ہندوستان بھی ان ہی نبیوں میں ہوں جن کا تذکرہ آپ سے نہیں کیا گیا۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہ نے دفتر اوّل کے مکتوب دو سو انسٹھ میں تحریر فرمایا ہے۔

"یہ فقیر جب امم سابقہ پر نظر ڈالتا ہے تو ملاحظہ کرتا ہے کہ ایسی جگہ بہت ہی کم ہے کہ جہاں نبی کی بعثت نہ ہوئی ہو، حتیٰ کہ سرزمین ہند میں جو اس معاملہ سے دور نظر آتا ہے، پیغمبروں کی بعثت ہوئی ہے اور ان پیغمبروں نے اللہ کی طرف لوگوں کو دعوت دی ہے۔ اور ہندوستان کے بعض مقامات میں انبیاء علیہم السلام کے انوار محسوس ہوتے ہیں، جو کہ ظلمات شرک میں مثل روشن مشعلوں کے نظر آتے ہیں۔"

یہ عاجز کہتا ہے مشکات شریف کے "باب الحوض والشفاعۃ" میں چھٹی حدیث شریف کے راوی حضرت انس رضی اللہ عنہ ہیں اور بخاری و مسلم نے اس کی روایت کی ہے کہ قیامت کے دن حضرت رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم گنہگاروں کی شفاعت کریں گے اور خلق خدا کو بخشوائیں اور خطا کاروں کو بخشوائیں گے اور پھر تیسری مرتبہ شفاعت کریں گے اور "مَنْ کَانَ فِیْ قَلْبِہٖ اَدْنٰی اَدْنٰی اَدْنٰی مِثْقَالَ حَبَّۃٍ خَرْدَلَۃٍ مِّنْ اِیْمَانٍ" والوں کو بخشوائیں گے، یعنی رائی کے دانہ سے کم کے کم ایمان والے کو اور پھر حضرت رحمت عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم ان افراد کے بخشوانے کی درخواست کریں گے جنہوں نے صرف لا الہ الا اللہ کہا ہے یعنی صرف اللہ کی وحدانیت کا اعتراف کیا ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ آپ سے فرمائے گا، یہ کام تمہارا نہیں ہے، قسم ہے میری عزت کی، میرے جلال کی، میری کبریائی کی اور میری عظمت کی میں اس دوزخ سے نکالوں گا ہر اس شخص کو جس نے صرف لا الہ الا اللہ کہا ہے یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔

اب اگر سورۂ بقرہ کی آیت باسٹھ اور سورۂ حج کی آیت سترہ کو دیکھا جائے تو کسی قسم کا اشکال نہیں ہے۔ عاجز نے "لآلیِ منظومہ" میں لکھا ہے۔

نبوت کا بس جس کو اقرار ہے
وہ ان کی شفاعت کا حقدار ہے

موحد بھی اپنی لگائے گا آس
کہ ابرِ کرم سے بجھا لے پیاس

شفاعت کا پھر ان کی ہو کیا بیاں
یہ سمجھو کہ اک بحر ہے بے کراں

سمندر کا ہوتا ہے پھر بھی کنار
خدا کے کرم کا نہیں کچھ شمار

معزز و مذل کا یہ دربار ہے
نبی کے مدارج کا اظہار ہے

غفوری دکھاتا ہے ربّ غفور
فتر ضیٰ کا یوں ہو رہا ہے ظہور

گنہگار ہیں داخل اسرفوا
ہے ان سے ارشاد لَا تَقْنَطُوا

طلب کر رہا ہے رسولِ رحیم
کرم کر رہا ہے خدائے کریم

خطا کار ہر اک خراماں خرام
بلا خوف جاتا ہے دار السلام

اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ
وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

ابو الحسن زید فاروقی
۱۲ رجمادی الآخرہ ۱۴۱۰ھ، ۱۰ جنوری ۱۹۹۰ء

حاشیہ اگلے صفحہ پر۔

حاشیہ

۱؎ مُوَحِّد۔ جو صرف اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کرتا ہو۔

۲؎ فَتَرْضٰی۔ آیت وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی" کی طرف اشارہ ہے (ترجمہ) اور آگے دے گا تجھ کو تیرا رب پھر تو راضی ہو گا" قیامت کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کثرت سے اپنے امتیوں کو بخشوائیں گے کہ آپ خوش ہو جائیں گے

۳؎ سورۂ زُمَر کی آیت ترپن کی طرف "قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِہِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰہِ، اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا اِنَّہٗ ھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ۔ (ترجمہ) کہدے، اے بندو میرے جنہوں نے زیادتی کی اپنی جان پر نہ آس توڑو اللہ کی مہر سے، بے شک اللہ بخشتا ہے سب گناہ، وہ جو ہے معاف کرنے والا مہربان۔

حضرت مرزا جان جاں مظہر قدس سرہ
کے
ایک مکتوب کا تحقیقی جائزہ

علمار اسلام میں اکثر و بیشتر نے اسلامیات پر کام کیا ہے اور خوب کیا ہے۔ البتہ بعض علمار حق نے تبلیغی نقطۂ نظر سے اسرائیلیات و نصرانیات پر بھی کام کیا ہے اور کمال شغف سے اس خدمت کو انجام دیا ہے۔ ان میں سے طبری، مسعودی، یعقوبی، ابن اسحاق و ابن ہشام شہرۂ آفاق ہیں۔ جنھوں نے تورات و انجیل مقدس پر قلم اٹھایا اور اہم ترین کارنامے انجام دئے ہیں۔

ابو ریحان البیرونی وہ عالم و محقق ہے جس نے سب سے پہلے بنارس اور ملتان میں مقیم رہ کر ہندی علوم و فنون۔ ادب و زبان اور فلکیات و مذہبیات سے آگاہی حاصل کی اور سیر حاصل لکھا۔ کتاب الہند البیرونی پہلی کتاب ہے جو ہندِ قدیم کے احوال کی جامع ہے اس نے کتب مقدسہ دید پر بھی قلم اٹھایا ہے اور جامع و مختصر لکھا ہے۔ اس کا اہم ترین موضوع فلکیات ہے اور اسی پر اس نے تفصیل سے لکھا ہے: تقاویم۔ زیچ اور رصدگاہ پر گرانقدر معلومات فراہم کی ہیں۔ الغرض اس باب میں البیرونی کو تقدم کا شرف حاصل ہے اور کسی کو نہیں۔ بعد کے محققین البیرونی ہی کے خوشہ چین ہے۔

صوفیائے کرام جن کا اہم ترین موضوع تبلیغ اسلام ہے وہی سب سے پہلے وارد ہند

ہوئے۔ اہل ہند کی زبان و مذہب سے آگاہی ان کے مقصد کے لوازمات میں سے تھی جو لازماً انہوں نے حاصل کی۔ ورنہ خدمت تبلیغ کیسے انجام دیتے۔ ایسے مبلغین میں سید علی ہجویری حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کا نامِ نامی سرفہرست ہے جو عالم بھی تھے۔ عارف بھی تھے اور اہل قلم بھی تھے۔ ایسے ہی بزرگوں پر حقیقی معنی میں علمارِ ربانی و مفتیانِ گرامی ہونے کا طرۂ امتیاز زیب دیتا ہے۔ جو فیض نبوت و بصیرت باطنی سے مستنیر ہوتے ہیں۔ باب العلم سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بصیرت افتا کے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی معترف تھے۔ حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہی سے فیضیاب تھے جو عہد بنی امیہ میں منصب افتار پر فائز تھے۔ اور جو متعدد سلاسل صوفیہ کے سرخیل بھی ہیں۔ اور صوفی صافی تھے (طبقات ابن سعد)

حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ جو اکابر صوفیہ میں سے ہیں اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو ان ہی سے شرف تلمذ حاصل ہے وہ صاحب افتا بھی تھے اور ان کے فتووں کو شرف قبول حاصل تھا۔ فہرست تو لمبی ہے مگر تین اور بزرگوں کا ذکرِ خیر ایمان افروز ہوگا۔ ان میں سے ایک مجھ ناچیز کے جدّ محترم حضرت پیرانِ پیر دستگیر محی الدین عبد القادر جیلانی حسنی الحسینی قدس اللہ سرہ العزیز ہیں۔ جن سے شافعی و حنبلی مسلک کے متبع رجوع کرتے تھے اور وہ آپ کے ہر دو مسلک کے مطابق فتوے صادر فرماتے تھے۔ ایک وہ بزرگ ہیں جن کے نامِ نامی سے تو اکثر واقف ہیں۔ لیکن اگر ان کے اجرائے فتویٰ کے وصف کا ذکر مطالعہ کریں گے تو بعض چونک پڑیں گے اور بعض کانوں پر ہاتھ دھر لیں گے۔ وہ صوفی بزرگ ہیں شاہ شرف الدین بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ جو پانی پت میں آسودۂ خوابِ آخرت ہیں۔ اور جن کا مزار پُر انوار آج تک مرجع خلائق ہے حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ مدرسۂ معزی دہلی میں منصب افتا پر فائز تھے۔ مدرسۂ معزی سلطان قطب الدین ایبک نے قائم کیا تھا جو مدتوں تشنگانِ علم کو سیراب کرتا رہا۔ (حکمت نامہ نوشتہ بوعلی شاہ قلندر)

ایک اور صوفی بزرگ ہیں جو کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔ سب ہی ان کا لوہا مانتے ہیں وہ ہیں حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی نور اللہ مرقدہ کون بھلا ان کے افکار سے انحراف کر سکتا ہے۔ نقشبندیہ مشائخ میں آپ ممتاز شخصیت کے مالک ہیں۔

اسی خانوادہ کے ایک جلیل القدر بزرگ مرزا جانِ جاں مظہر ہیں۔ ان بزرگ کا ایک مکتوب دستیاب ہوتا ہے جو کتبِ مقدسہ وید اور ویدک دھرم کے متعلق ہے جو موصوف کے کمالات ظاہری و باطنی کا آئینہ دار ہے۔ وہ معلومات جن کے لئے دفتر کے دفتر درکار ہوں اسے سمو کر مکتوب میں سمیٹ دیا ہے۔ اور یہ اعجاز نگارش کا کرشمہ ہے۔

مکتوب کیا ہے؟ وہ دراصل ایک استفتار ہے اور اس کا جوابِ استفتار یہ ہے۔

کفار ہند مثل مشرکان عرب دین بے اصل دارند یا آں را اصلے بودہ است و منسوخ شدہ؟ و در حقِ پیشینان آنہا چہ اعتقاد باید کرد۔

کیا کفار ہند بھی مشرکانِ عرب کی طرح بے بنیاد دین رکھتے ہیں یا اس کی کوئی بنیاد بھی رہی ہے جو منسوخ ہو گئی ہے اور ان کے گزشتہ اشخاص کے متعلق کیا اعتقاد رکھنا چاہیئے؟

مستفتی نے سوال بڑے سلیقے سے مرتب کیا ہے۔ متعدد لفظ جامع اور شرح طلب ہیں۔ تا وقتیکہ سوال کو بخوبی نہ سمجھ لیا جائے جواب سے استفادہ مشکل ہے۔ سائل اس امتیاز سے واقف ہے جو کافر و مشرک میں ہے۔ اس کی نظر عرب قدیمہ کی تاریخ پر بھی ہے۔ اسے ارشادات کلام اللہ سے بھی آگاہی ہے وہ دینِ حنیفی کی قدروں سے بھی باخبر ہے اور احوالِ قریش سے بھی یا بالفاظ دیگر اولادِ ابراہیم خلیل اللہ سے بھی آگاہ ہے۔ اور دینی و اخلاقی بلکہ اسلامی اُن قدروں سے بھی روشناس ہے جو غیر مسلموں سے متعلق ہیں۔ اس لئے مناسب ہے کہ پہلے مستفتی کے ذہنی پسِ نظر سے قدرے آگاہی حاصل کی جائے پھر جواب استفتار پر غور کیا جائے۔

کافر وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کو وحدہٗ لاشریک اور خالق و مالک مانتا ہے اور رسولوں کو کتب سماوی کو ملائکہ کو اور حیات بعد الممات کو بھی مانتا ہے لیکن بعض کا منکر بھی ہے۔ جیسے یہود و نصاریٰ اور صابئین۔

مشرک کی تعریف

مشرک وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کو خالق و مالک ماننے کے ساتھ کسی کو یا بعض کو اللہ پاک کا شریک گردانتا ہے۔ نہ حیات بعد الممات کا قائل ہے اور نہ انبیاء و کتب سماوی کا۔ ملائکہ کے وجود کا قائل ہے تو انھیں مثل اُناث قرار دیتا ہے جیسا کہ مشرکین عرب میں مروج رہا ہے اس اعتبار سے سائل نے خود کفار ہند اور مشرکین عرب کے موقف کی وضاحت کردی ہے جس سے ظاہر ہے کہ سائل نے کمال آگاہی سے استفتار کو مرتب کیا ہے۔

ملک عرب کے حالات کا تعلق اگرچہ ماقبل تاریخ سے ہے۔ مگر عیسائیوں نے اور مسلمانوں نے اس موضوع پر عہد بعہد کام کیا ہے۔ اس لئے کچھ نہ کچھ معلومات دستیاب ہو جاتی ہے۔ جزیرہ نمائے عرب ایک وسیع ملک ہے جس کا رقبہ بارہ لاکھ مربع میل بتایا جاتا ہے اس کا جنوبی کنارہ ملک یمن ہے جو سرسبز و شاداب اور زرخیز ہے۔ کئی نامی گرامی سلطنتوں کا پایہ تخت بھی رہا ہے جن کی شان و شوکت کا لوہا آج تک مانا جاتا ہے۔ شمال مغربی سمت میں متعدد شہر بستے اور اجڑتے رہے ہیں اور موجود بھی ہیں لیکن بعض اس علاقے کو داخل عرب قرار دیتے ہیں اور بعض نہیں۔ وسط ملک تمام تر صحرائے لق و دلق کوہستان و ریگستان ہے۔ مسقط الراس پر ہونے کی وجہ سے شدید ترین گرم بھی ہے۔ پانی دور دور میسر نہ تھا ہوا کی گرمی جھلسائے دیتی تھی۔ وہاں انسانوں کا رہنا بسنا از حد دشوار تھا اس لیے آباد بھی نہ تھا۔ خواجہ حالی نے خوب عکاسی فرمائی ہے۔

زمیں سنگلاخ اور ہوا آتش فشاں
لوؤں کی لپٹ۔ بادِ صرصر کے طوفاں
پہاڑ اور ٹیلے سراب اور بیاباں
کھجوروں کے جھنڈ اور خارِ مغیلاں
نہ کھیتوں میں غلّہ نہ جنگل میں کھیتی
عرب اور کل کائنات اس کی یہ تھی

سب سے پہلے اس وادی غیر ذی ذرع میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے اپنی اہلیہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کو اور اپنے ننھے سے بچے حضرت اسماعیل ذبیح اللہ علیہ السلام کو لاکر اس جگہ بسایا جہاں حضرت آدم علیہ السلام کے بنائے ہوئے بیت اللہ کا ٹیلہ موجود تھا۔ اس کے چوطرفہ پہاڑ تھے۔ اور ہیں۔ کبھی بارش ہوتی تو پہاڑوں کا پانی آکر جمع ہوتا جو کچھ جذب ہو جاتا باقی بہہ کر نکلتا۔ حضرت ابراھیم خلیل اللہ علیہ السلام انہیں بسا کر چلے گئے مگر گاہ بگاہ تشریف لاتے رہتے تھے۔ پانی کا وہ ذخیرہ جو حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا ساتھ لائی تھیں ختم ہو گیا تو اللہ پاک نے اپنے فضل وکرم سے چشمۂ آب زمزم جاری فرمایا جس کے پانی کی یہ تاثیر ہے کہ وہ تشنگی میں تسکین بخشتا ہے اور بھوک میں غذا کا کام دیتا ہے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے اس ٹیلے پر بیت اللہ کو از سر نو تعمیر فرمایا۔ جس پر حضرت آدم علیہ السلام نے بنایا تھا۔ تعمیر کعبہ میں حضرت اسماعیل ذبیح اللہ بھی شریک کار تھے۔ واقعۂ قربانی بھی اسی دوران کا واقعہ ہے۔

بیت اللہ کی جاذبیت اور چاہ زمزم کی کشش کی بدولت اس مقام کے گرد و نواح میں جو بکّہ اور مکّہ کے نام سے نامزد ہے۔ رفتہ رفتہ چھوٹے چھوٹے سے بعض قبیلے آبسے ان میں سے سب سے پہلے قبیلۂ بنو جرہم نے سکونت اختیار کی تھی۔ الغرض وہ قبائل جو دور ونزدیک آباد ہوئے تھے۔ مشرک وبت پرست تھے۔ حضرت اسماعیل ذبیح اللہ علیہ السلام

نے ان قبائل میں دین حنیفی کی تبلیغ کی اور ہدایت کی راہ دکھائی۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام جلیل القدر نبی تھے۔ قرآن پاک میں انہیں رَسُولاً نَبِیّاً کے معزز لقب سے یاد کیا ہے۔

حضرت اسماعیل ذبیح اللہ علیہ السلام نے قبیلۂ بنو جرہم کے ایک معزز شخص مضاض کی صاحبزادی سے شادی کی اولاد بھی ہوئی۔ بڑے صاحبزادے کا نام نابت تھا۔ اور وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بعد بیت اللہ کے متولی ہوئے تھے۔ ان کی وفات کے بعد ان کے نانا بزرگوار مضاض نے اس منصب کو سنبھال لیا۔ اور اس طرح بیت اللہ کی تولیت قبیلہ بنی جرہم میں چلی گئی۔ اور مدتوں ان ہی میں رہی۔ پھر قبیلۂ بنو خزاعہ نے قبضہ کر لیا۔ بنو اسماعیل موجود تھے مگر انھوں نے ذرا بھی مزاحمت نہیں کی لہٰذا مدتوں تولیت کعبہ بنو خزاعہ میں رہی۔

ظہور اسلام سے دو ڈھائی سو برس پہلے حضرت عبدالمطلب کے پردادا بزرگوار قُصَیّ بن کلاب نے حرم محترم کے متولی حلیل خزاعی کی صاحبزادی سے شادی کی تھی اس تعلق سے حلیل خزاعی نے مرتے دم وصیت کی کہ حرم کعبہ کی تولیت قصی بن کلاب کو سپرد کی جائے اس طرح ہزاروں سال بعد یہ منصب قریش میں واپس آیا۔

دین ابراہیمی کا اُمّ الاُصُول توحید ہے اور شرک سے کلیتہً اعراض نیز تسلیم و رضائے الٰہی جو امتدادِ زمانہ اور جہالت کے ہاتھوں ضائع ہو چکا تھا صرف دھندلا سا نشان رہ گیا تھا۔ دین حنیفی کی قدریں معدوم ہو چکی تھیں۔ شرک و بت پرستی کا چلن عام تھا۔ اب بیت اللہ بیت الاصنام تھا جسے تین سو ساٹھ بتوں کی گندگی سے سراسر نجس و ناپاک کر رکھا تھا۔ بقول خواجہ حالی ؎

وہ تیرتھ تھا اک بت پرستوں کا گویا
جہاں نامِ حق کا نہ تھا کوئی جویا

چھ سو سال قبل مسیح میں بنی خزاعہ کا سردار عمرو بن لحی ھُبَل کا مجسمہ لایا جسے بیت اللہ

کی چھت پر نصب کیا۔ یہ سب سے بڑا بت تھا۔ قریش بھی لڑائیوں میں اسی کی جے پکارا کرتے تھے۔ غرض کہ پورے ملک میں ع بتوں کا عمل سو لبو جا بجا تھا۔ سائل کے ذہن کے پس منظر میں یہ بھی ہے اور اس کے سوا بھی۔

فریضۂ حج میلہ عکاظ بن کر رہ گیا تھا۔ مناسک حج جاہلانہ اور مشرکانہ رسوم کی آمیزش سے ایسے کچھ مسخ ہو گئے تھے کہ ان پر مناسک کا اطلاق ہوتا ہی نہ تھا۔ طواف اب یہ تھا کہ بیت الاصنام کے گرد دوڑتے تالیاں پیٹتے اور سیٹیاں بجاتے تھے۔ کلام اللہ میں ہے۔

مَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَتَصْدِيَةً (الانفال ۳۵ پارہ ۹ ع)

بیت عتیق کے نزدیک اس کے سوا ان کی عبادت کیا ہے کہ وہ تالیاں پیٹتے اور سیٹیاں بجاتے ہیں۔

وہ تلبیہ میں رکیک مشرکانہ کلمات بھی دہراتے تھے۔ بکثرت عورتیں اور مرد سر تا پا برہنہ ہو کر بیت الاصنام کے گرد دوڑتے اور ناظرین کو دعوت حظ نفس دیتے تھے۔ بھلا ان فحش و غیر مہذب حرکات کو طواف کعبہ اور مناسک حج سے کیا نسبت۔

سعی جو صفا و مروہ سے متعلق ہے وہ بھی نہج اصلی پر برقرار نہیں رہی تھی۔ نائلہ حسینۂ روزگار تھی اور اساف اس کا دیوانہ تھا۔ انھوں نے حرم میں ارتکاب زنا کیا اور قہر خدا سے پتھر کے بن کر رہ گئے۔ یہ ذہنی گندگی کی انتہا ہے کہ نائلہ کی مورتی مروہ پر نصب کر دی تھی اور اساف کے مجسمے سے صفا کو نجس کر دیا تھا اب جو طواف (سعی) صفا مروہ کے درمیان کیا جاتا تھا وہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کی اتباع میں نہ تھا بلکہ اساف و نائلہ کے اظہار عظمت کے لئے تھا اور اگرچہ طلوعِ کوکب اسلام کے فوراً بعد ہی اس گندگی سے صفا و مروہ کو پاک کر دیا گیا تھا اور ہر دو اصنام کو اکھاڑ پھینکا گیا تھا مگر

بعض اُن مومنوں کو سعی میں قدرے تکدر تھا جو اصل حالات سے آگاہ نہ تھے لہٰذا ان کی طمانیت قلبی کے لئے آیت کریمہ نازل ہوئی۔

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا الخ (البقرہ پا ۲ع ۲)

بلاشبہ صفا و مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں لہٰذا جو بھی بیت اللہ کا حج کرے اور عمرہ کرے تو اُن دونوں کے درمیان طواف (سعی) کرنے میں کچھ گناہ نہیں ہے۔

فریضہ حج بھی ایام مقررہ میں برقرار نہیں رہا تھا بلکہ نسی پر عمل تھا۔ نسی ایک تو یہ تھی کہ جنگ و جدال کی خاطر مہینوں میں ردوبدل کر لیا کرتے تھے۔ اور حرام کو حلال قرار دے لیا کرتے تھے۔ دوسری یہ تھی قمری سال کو شمسی سال کے مطابق کرنے کے لئے ایک مہینے کا اضافہ کر لیا کرتے تھے۔ جیسا کہ ہندی تقویم میں لوند کا مہینہ بڑھا لیا جاتا ہے الغرض اس طریقے سے ۳۳ برس تک حج اصل تاریخوں کے خلاف ہوتا تھا۔ صرف ۳۴ ویں سال وقت پر ہوتا تھا۔ ارشاد خداوندی ہے۔

اِنَّمَا النَّسِيْٓئُ زِيَادَةٌ فِى الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا الخ (التوبہ ۲۷ پا ۱۰ع ۱۱)

نسی تو کفر میں اضافہ ہی ہے جس سے کافر برائی میں اور بھی مبتلا ہوتے ہیں۔

قریش مکہ اور وہ قبائل جن میں قریش کا بیٹی بنج تھا۔ وہ ایام حج میں (۸ تا ۱۲ ذی الحجہ) مزدلفہ میں خیمہ زن رہتے تھے اور قیام منیٰ و عرفات کو باعث ننگ و عار تصور کرتے تھے۔ غرض کہ دین ابراہیمی کا تسمہ بھی لگا نہ رہنے دیا تھا۔ قربانی فی سبیل اللہ کرتے تھے گوشت تو خود ہڑپ کر جاتے تھے اور ناپاک خون بیت اللہ کی دیواروں پر مل دیتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ اللہ کی جناب میں پہنچ گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ (الحج ۳۷ پا ۱۷ع ۱۴)

اللہ پاک کو نہ تو ان کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ ان کا خون بلکہ اللہ پاک کو تو تمہارا تقویٰ ہی پہنچتا ہے۔

ان خرافات کو بھلا دین ابراہیمی سے کیا نسبت؟ یہ تو مشرکین کی قبیح ترین حرکات ہیں جن سے متعلق اللہ پاک کا ارشاد ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ یُدٰفِعُ عَنِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (الحج ۳۸ پارہ ۱۷)

بلاشبہ اللہ پاک ان (مشرکین) کے غلبے کو مومنین سے جلد ہی ہٹا دے گا۔

دین ابراہیمی تو یہ ہے نہیں ع کہو یہ کون دھرم ہے؟

فریضۂ حج کی مسخ شدہ کیفیت قدرے واضح ہو گئی ہے۔ اب مشرکین عرب کے عقائد و خیالات بھی کچھ نظر افروز ہو جانے چاہئیں۔ مشرکین عرب اور قریش مکہ مکرمہ حیات بعد الممات کے قائل نہیں تھے اور کہتے تھے۔

بَلْ قَالُوْا مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُوْنَ ط قَالُوْٓا ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا هٰذَا مِنْ قَبْلُ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ط (المومنون ۸۲،۸۳ پارہ ۱۸)

بلکہ یہ وہی کچھ کہتے ہیں جو ان کے پہلے (گمراہ) کہہ چکے ہیں یہ کہتے ہیں کہ جب ہم مر کے مٹی ہو جائیں گے اور ہڈیاں رہ جائیں گی تو پھر کیا ہم کو زندہ کیا جائے گا۔ یہ تو ہم سے اور ہمارے بزرگوں سے کہا ہی جاتا رہا ہے۔ یہ تو اگلے وقتوں کی کہانیاں ہی کہانیاں ہیں۔

یہ بھی کہتے تھے۔

ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ط (بنی اسرائیل ۴۹ پارہ ۱۵)

جب ہم ہڈیاں اور خاک ہی ہو کر رہ جائیں گے تو پھر کیا ہمیں نئے سرے پیدا کر کے اٹھایا جا سکے گا۔

گویا کہ حیاتِ بعد الممات کو ایک ایسی بات سمجھتے تھے جو ناممکن ہے۔ حالانکہ قرآن کریم

میں اس مسئلے کو متعدد بار ذکر کیا ہے اور مختلف دلائل و امثلہ سے دل نشین کرانے کی کوشش
کی ہے۔ لیکن وہ ناممکن ہی سمجھتے رہے حتیٰ کہ گروہ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ میں شامل ہو کر ہی رہے۔
مشرکین عرب عرصۂ دراز سے شرک میں مبتلا تھے بتوں کو متصرف بالذات یقین کرتے
تھے اور کہتے یہ تھے کہ ہم ان کی پوجا اس لئے کرتے ہیں کہ یہ ہم کو خدا کا مقرب بنا دیں گے۔ چنانچہ
ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ
زُلْفٰى (الزمر ۳ پارہ ۲۳)

جنھوں نے اللہ پاک کے سوا دیگر شریک بنا رکھے ہیں (اور کہتے ہیں کہ) ہم ان کی پوجا
اس لئے کرتے ہیں کہ یہ ہم کو خدا کا مقرب بنا دیں گے۔ لیکن ان کا یہ بیان اللہ نے تسلیم نہیں
کیا ہے، وہ فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كَاذِبٌ كَفَّارٌ۔ البتہ
اللہ راہ نہیں دیتا اس کو جو ہو جھوٹا حق نہ ماننے والا ——— جس طرح خیر و شر
فطرت انسانی میں مرکوز ہے اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ انسانی فطرت میں اعتراف حق کی صلاحیت بھی
مرکوز ہے انسان فطرت اللہ ہی پر پیدا ہوتا ہے مگر جیسے ماحول میں پرورش پاتا ہے ویسا ہی بن جاتا ہے۔ اگر ماحول کافرانہ و مشرکانہ ہے
تو ضمیر انسانی پر تو بر تو کفر و شرک کے پردے پڑ جاتے ہیں۔ تاہم کبھی کبھی زندگی میں ایسا بھی
موڑ آتا ہے کہ حق زبان پر آ ہی جاتا ہے۔ اور آ پھنس میں ان کہی کہنا ہی پڑ جاتی ہے۔ مگر
یہ کیفیت مستقل نہیں ہوتی آنی جانی ہوتی ہے۔

مشرکین عرب بھی اسم اللہ سے واقف تھے اور کہنے کو یہ بھی کہتے تھے کہ زمین [illegible] جو کچھ ہے سب
اللہ ہی کا ہے۔ عرش عظیم کا اور ساتوں آسمانوں کا مالک بھی اللہ ہی ہے ہر شے اللہ ہی کے اختیار میں ہے [illegible] پناہ دینے والا ہے۔
——— اس کے سوا اور کوئی بھی نہیں ہے (المومنون ۱۸) مگر یہ سب کچھ زبانی جمع خرچ
تھا حلق کے نیچے ایک بات بھی نہیں اترتی تھی۔ مشرکین عرب کے اس بیان و اقرار کے متعلق

اللہ پاک کا ارشاد یہ ہے اِنَّ ھُمْ لَکٰذِبُوْن (المومنون و پارہ ۱۸) یہ بالکل ہی جھوٹے ہیں پھر اللہ پاک ہی جب ان کے بیان کو جھوٹ قرار دیں تو کوئی مومن صحیح کیسے مان سکتا ہے۔ حق ان کے پاس آچکا تھا۔ سچے ہوتے تو منہ کیوں موڑتے۔

مشرکین عرب ملائکہ کے وجود کے بھی قائل تھے مگر اس طرح کہ اللہ کی صفت احدیت وصمدیت کی نفی لازم آتی تھی۔ ملائکہ کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہتے تھے۔ اللہ پاک کا ارشاد ہے:۔

وَیَجْعَلُوْنَ لِلّٰہِ الْبَنٰتِ سُبْحٰنَہٗ وَلَھُمْ مَّا یَشْتَھُوْنَ ط (النحل و پارہ ۱۴)

اللہ تعالیٰ کے لئے تو بیٹیاں قرار دیتے ہیں۔ سبحان اللہ اور اپنے لئے وہ کچھ جو وہ چاہتے ہیں یعنی بیٹے۔

قریش مکہ بیٹیوں کو اپنے لئے عار اور باعث شرم سمجھتے تھے اور انہیں زندہ درگور کر دیا کرتے تھے۔ مگر فرشتوں کو اللہ پاک کی بیٹیاں بتاتے تھے اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد یہ بھی ہے۔ اَفَاَصْفٰکُمْ رَبُّکُمْ بِالْبَنِیْنَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ اِنَاثًا ط (بنی اسرائیل پارہ ۱۵۔۴)

کیسی عجیب سی بات ہے کہ رب تمہارا تمہیں تو بیٹوں سے نوازے اور اپنے لئے فرشتوں کو بیٹیاں بنا بیٹھے۔

ملائکہ (فرستادہ) فرشتے بھی اللہ پاک کی مخلوق ہیں جو نہ عورت ہیں نہ مرد۔ ہمہ وقت اللہ کی تسبیح و اطاعت میں مشغول ہیں۔ کچھ ہیں جو اللہ کے حکم سے نظام عالم کو چلانے پر متعین ہیں۔ انہیں خدا کی بیٹیاں بتانا ہرگز بھی صحیح نہیں ہے۔

مشرکین عرب دین ابراہیمی کی قدروں سے نابلد تھے اور سب کچھ بھول بھلا چکے تھے۔ اب وہ ایسی قوم تھی جو دینی قدروں سے ذرا بھی واقف نہ تھی۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے بعد دو ڈھائی ہزار برس کا طویل زمانہ گزر چکا تھا۔ اس دوران میں ان کے پاس کوئی ہادی آیا تھا اور نہ ان میں کوئی نبی مبعوث ہوا تھا۔ صحف ابراہیم کا تو پرزا بھی ان کے

پاس نہیں رہا تھا کہ وہ اس سے ہدایت حاصل کرتے وہ خواہشات ہی خواہشات کے پتلے بن کر رہ گئے تھے گویا کہ مثل یہود وہ بھی اسی آیت کریمہ کی مصداق تھے۔

وَمِنْهُمْ أُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتَابَ إِلَّا أَمَانِيَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّوْنَ (البقرہ ۸، پارہ ۱)

اور ان ہی میں امیوں کا (ان پڑھوں) کا گروہ ہے جو کتاب کو نہ پڑھتے ہیں نہ جانتے ہیں۔ محض خواہشات کے پتلے ہیں۔ اور توہم میں گھرے ہوئے ہیں۔

اور اگرچہ وہ تجارت پیشہ تھے اور ملک در ملک جاتے آتے بھی رہتے تھے۔ حضرت موسیٰ وحضرت عیسیٰ علیہم السلام کے حال واحوال سے واقف اور بعض دیگر انبیاء علیہم السلام کے متعلق بھی کچھ نہ کچھ سنا ہی ہوگا لیکن پھر بھی وہ انبیاء کی شخصیت سے بالکل ناواقف تھے۔ اور کہتے یہ تھے:۔

مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْأَسْوَاقِ ط لَوْلَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا أَوْ يُلْقٰى إِلَيْهِ كَنْزٌ أَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَأْكُلُ مِنْهَا ط (الفرقان ۸ پارہ ۱۸)

یہ رسول کیسا ہے جو ہماری طرح کھانا کھاتا اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے اس کے پاس کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیجا گیا جو اس کے ساتھ رہ کر ڈراتا یا اس کو خزانہ ملا ہوتا یا باغ ہی ہوتا تاکہ وہ اس کے پھل کھاتا۔

حالانکہ ارشاد باری تعالیٰ یہ ہیں۔

وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ إِلَّا إِنَّهُمْ لَيَأْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْأَسْوَاقِ ط

(الفرقان ۲۰ پارہ ۱۸)

اور ہم نے آپ سے پہلے جتنے بھی رسول بھیجے ہیں وہ سب کھانا بھی کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے پھرتے بھی تھے۔

وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَأْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ ط (الانبیاء ۸ پارہ ۱۷)

اور ہم نے نبیوں کے جسد مبارک ایسے نہیں بنائے ہیں کہ کھانا نہ کھائیں اور ہمیشہ زندہ رہیں۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلاً مِنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّ ذُرِّيَّةً (الرعد ۳۸ پارہ ۱۳)

اور ہم نے آپ سے پہلے بہت سے رسول بھیجے ہیں اور انہیں بیویاں اور بچے بھی دیئے ہیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مشرکین عرب حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو اور حضرت اسماعیل ذبیح اللہ کو بھی نبی و رسول مانتے تھے یا نہیں۔ کیوں کہ وہ کھاتے پیتے بھی تھے اور ان کی بیوی بچے بھی تھے جن کی اولاد ہونے پر قریش فخر کیا کرتے تھے اور جن کی نسبت پر مشرکین عرب کو فخر و ناز تھا۔ اللہ پاک کا ارشاد ہے: وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالاً نُّوْحِيْ اِلَيْهِمْ فَسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ (النحل ۴۳ پارہ ۱۴)

ہم نے اس سے پہلے ان اشخاص کے سوا جنھیں وحی بھیجی ہے اور کسی کو یعنی فرشتے وغیرہ کو نہیں بھیجا تھا اگر تم باخبر نہیں ہو تو اہل کتاب سے معلوم کر لو انہیں تو روشن نشانیاں اور کتاب بھی تفویض کی تھی۔

حقیقت یہ ہے کہ بُعدِ زمانے سے ان میں تعلیم ابراہیمی اور دین حنیفی کی رمق بھی باقی نہیں رہی تھی اور وہ ایک مشرک قوم بن کر رہ گئے تھے۔ بتوں کے انتہائی گرویدہ تھے اور بڑے فخر سے کہتے تھے۔

اِنْ كَادَ لَيُضِلُّنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا لَوْلَآ اَنْ صَبَرْنَا عَلَيْهَا (الفرقان ۴۲ پارہ ۱۹)

اس نے یعنی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے) تو ہمارے معبودوں سے برگشتہ و گمراہ کر ہی دیا ہوتا اگر ہم پوری طرح جمے نہ رہے ہوتے۔

اب ان اقراری مجرموں کے مشرک ہونے میں کلام ہی کیا رہا۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ

علیہ السلام بت شکن تھے اور یہ بت پرست بلکہ بت پرستی میں فائق تھے۔

ع سلف ان کے وہ تھے خلف ان کے یہ ہیں

ان کے مشرک ہونے اور دین حنیفی سے قطعاً منحرف ہونے کی علامت یہ بھی ہے کہ خداوند قدوس کا ارشاد یہ ہے:۔

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتَّىٰ يُؤْمِنَّ ط وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا ط (البقرہ ۲۲۱ پارہ ۲)

تم مشرک عورتوں سے ہرگز نکاح نہ کرو جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں۔ اور جب تک مشرک مرد ایمان نہ لے آئیں ان سے اپنی خواتین کا بیاہ بھی نہ کرو۔

اس سے یہ حقیقت واضح ہے کہ مشرکین کو ملت ابراہیمی سے ادنیٰ سی بھی نسبت نہیں رہی تھی۔ وہ نرے مشرک اور بت پرست ہو کر رہ گئے تھے۔ اگر کچھ بھی علاقہ ہوتا تو یہود و نصاریٰ کی مثل وہ بھی اہل کتاب میں شمار ہوتے اور ان کی خواتین سے نکاح بھی کیا جا سکتا تھا خواہ یہودی رہتیں، خواہ نصرانی۔ اللہ پاک کا ارشاد ہے:۔

اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ط وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ الخ۔

(المائدہ ۵۔ پارہ ۶)

آج تمہارے لئے ساری ہی پاک چیزیں حلال کر دی ہیں۔ اہل کتاب کے ہاں کا کھانا تمہارے لئے حلال ہے اور تمہارے ہاں کا کھانا ان کے لئے حلال ہے اور تمہارے لئے وہ محفوظ عورتیں بھی حلال ہیں جو ان میں سے ہیں۔ جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی۔

شرک گندگی ہے نجاست ہے اور ناقابلِ معافی گناہ ہے۔ اور اگرچہ بعد مدت قریش مکہ حرم محترم کی تولیت پر مسلط ہو گئے تھے لیکن اللہ پاک کے نزدیک وہ نہ اس منصب کے لائق تھے اور نہ مستحق تھے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

وَمَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَعْمُرُوْا مَسَاجِدَ اللّٰهِ الخ (التوبہ ۱۷۔ پارہ ۱۰)
مشرکین ہرگز اس لائق نہیں ہیں کہ وہ اللہ پاک کی مسجدوں کے منتظم بنیں۔

اور یہ بھی ارشاد ہے :۔

وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوْٓا اَوْلِيَآءَهٗ ؕ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ (الانفال ۳۴ ۔ پارہ ۱۰)

اور وہ (مسلمانوں کو) مسجد حرام سے روکتے ہیں حالانکہ وہ (مسجد حرام) متولی و منتظم ہونے کے لائق بھی نہیں ہیں۔ (کیونکہ) متقیوں کے سوا کوئی بھی اس کا متولی نہیں مگر ان میں سے اکثر یہ نہیں جانتے۔

قریش مکہ کی اور ان سے پہلے مشرکین عرب کی تولیت ایسی ہی تھی جیسے آج یہودیوں کی تولیت ہے جو بالجبر مسجد اقصیٰ پر مسلط ہیں۔ ایسے ہی ناحق متولیوں کی غفلت سے چشمۂ رحمت چاہ زمزم اٹ اٹا کر ناپید ہو گیا تھا۔ تاریخ یہ نہیں بتاتی کہ یہ حادثہ کب پیش آیا تھا تاہم چاہ زمزم لاپتہ تھا۔ اتنا بھی کوئی نہ جانتا تھا کہ کہاں تھا کدھر تھا اور کس طرف تھا۔ تھا بھی یا نہ تھا۔

نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے کچھ ہی دن پہلے رحمت حق کی نسیم جاں فزا کا جھونکا آیا ہے فضا میں تموج رونما ہوا بعض نیک فطرت اشخاص کا احساس بیدار ہوا۔ اور انہوں نے شرک کی گندگی سے دامن بچانا چاہا۔ یہ بھی ہوا کہ نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کے جد بزرگوار حضرت عبدالمطلب کو رؤیا میں چاہ زمزم کو برآمد کرانے کی بشارت ملی حضرت عبدالمطلب نے ہرچند کوشش کی مگر ذرا بھی پتہ نشان نہ مل سکا۔ دوبارہ بشارت ہوئی پھر کوشش کی مگر ناکام رہے۔ انجام کار تیسرے رؤیا میں پتہ نشان بنایا گیا تو حضرت عبدالمطلب نے چاہ زمزم کو برآمد کرا لیا۔ چنانچہ ظہور اسلام اور فتح مکہ مکرمہ کے بعد بھی سقایۃ الحاج کا منصب ورثا حضرت عبدالمطلب ہی کو سونپ دیا گیا۔ تاہم ایام شرک میں یہ منصب ایسا نہ تھا کہ اس کا اہل ایمان پر فوقیت ہوتی۔

چنانچہ حضرت حق کا ارشاد ہے :-

اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجٰهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ (التوبہ ۱۹ پارہ ۱۰)

کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانے والوں کو اور مسجد حرام کے منتظمین کو ان کی برابر سمجھ لیا ہے جو اللہ پر ایمان لائے ہیں۔ اور حیات بعد الممات پر ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا ہے ؛ اللہ کے نزدیک تو یہ برابر نہیں ہیں۔

چاہ زمزم کا برآمد ہونا اشارہ تھا کہ عنقریب ساقیٔ کوثر صلی اللہ علیہ وسلم عالم وجود میں ظہور فرمانے والے ہیں۔ شرک کی گندگی سے بیزاری اور دین حنیفی کی طرف میلان ہو چکا تھا۔ چار ایسے بزرگوں کا ذکر ملتا ہے کہ جنہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے کچھ ہی دن پہلے بت پرستی سے منہ موڑا تھا اور ان کے نام نامی یہ ہیں :-

(۱) حضرت زید بن عمرو جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے چچا تھے یہ بزرگوار دین حنیفی کی تلاش میں شام گئے۔ اور یہود و نصاریٰ کے عالموں سے معلومات کی لیکن تسلی بخش معلومات دستیاب نہ ہوئی۔ اس لئے اجمالی اعتقاد پر اکتفا کیا کہ میں ابراہیم خلیل اللہ کا دین قبول کرتا ہوں وہ قریش مکہ سے کہتے بھی تھے کہ اے قریش ! میرے سوا تم میں کوئی بھی دین ابراہیمی پر نہیں ہے۔ اور صحیح کہتے تھے کیوں کہ دین ابراہیمی بُت شکنی تھا اور قریش مکہ کا مذہب بُت پرستی تھا۔

(۲) ورقہ بن نوفل۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے چچا زاد بھائی تھے۔ یہ بھی بت پرستی سے تائب ہو گئے تھے۔ اور دین ابراہیمی کے متلاشی تھے۔ لیکن جب سراغ منزل بھی نہ ملا تو انھوں نے عیسائیت کے آغوش میں پناہ لی۔ ورقہ بن نوفل نے عبرانی و سریانی زبانوں میں ایسی دسترس حاصل کر لی تھی کہ وہ کتب مقدسہ توراۃ و انجیل کو عبرانی و سریانی زبان ہی میں

تلاوت کرتے تھے۔

(۳) عبداللہ بن جحش حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے بھانجے تھے۔ بت پرستی سے کنارہ کشی اختیار کی لیکن دینِ حنیفی کا جب سُراغ بھی نہ پایا تو عیسائیت کو قبول کیا۔ اور عیسائی ہو گئے۔

(۴) عثمان بن ــــ الحویرث جو عبد العزیٰ کے پوتے تھے۔ یہ بھی بت پرستی سے تائب ہو کر عیسائی ہو گئے تھے اور نہ معلوم کتنے ہوں گے جنھوں نے بت پرستی کو ترک کر دیا ہوگا۔ مگر یہ صورت قربِ ولادت باسعادت کی برکت ہی سے عالم وجود میں آئی تھی ورنہ مشرکین عرب ایک ایسی قوم تھے کہ جن میں نہ کوئی نبی مبعوث ہوا تھا اور نہ جن کے لئے کوئی آسمانی کتاب نازل ہوئی تھی۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

(۱) لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الخ (القصص ۴۶ پارہ ۲۰ السجدہ ۳ پارہ ۲۱)

اے نبی اس قوم کو متنبہ فرمائیے جن کے لئے آپ سے پہلے متنبہ کرنے اور ڈرانے والا نہیں آیا ہے۔

یہ بھی ارشاد خداوند قدوس ہے۔

وَمَآ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ كُتُبٍ يَّدْرُسُوْنَهَا وَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ قَبْلَكَ مِنْ نَّذِيْرٍ

(سبا ۴۴ پارہ ۲۲)

اور ہم نے کتابوں میں سے انہیں نہ کوئی کتاب دی ہے کہ یہ اسے پڑھے اور نہ آپ سے پہلے ان کے لئے کوئی نذیر (متنبہ کرنے والا) بھیجا ہے۔

یہ بھی فرمایا ہے:۔

(۳) لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ (یٰس ۶ پارہ ۲۲)

آپ اس قوم کو متنبہ فرمائیں جن کے بڑے بوڑھوں کو متنبہ نہیں کیا ہے۔ یہ بالکل ہی انجان ہیں۔

اگر قریش اور مشرکین عرب دینِ ابراہیم پر ہوتے تو یہ آیات کیوں نازل ہوتیں اور اللہ پاک یہ کیوں فرماتے کہ ان کی ہدایت کے لئے نہ کوئی کتاب بھیجی ہے نہ ان میں کوئی نبی ہی مبعوث کیا ہے۔

اس جملہ معلومات سے یہ حقیقت آئینہ ہے کہ ملک عرب کی آبادی تمام تر عرب مستعربہ (بنو قحطان اور بنو اسماعیل) ہی پر مشتمل تھی ان کے علاوہ جو بھی تھے وہ برائے نام اور ناقابل ذکر تھے صابئین کا ذکر قرآن پاک میں اہل کتاب یہود و نصاریٰ ہی کے ساتھ ہے جو اپنے کو حضرت یحییٰ علیہ السلام کا پیرو کہتے تھے۔ رہے مجوس (آتش پرست) جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا ابتدائی پیشوا مانتے ہیں۔ تو وہ کتنے تھے اور کس گنتی میں تھے۔ ملک عرب کے اصل باشندے بنو اسماعیل اور بنو قحطان ہی تھے اور وہی موضوعِ بحث ہیں۔ یہاں یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ مستفتی نے کمال بلاغت سے "مشرکین عرب" ایسا لفظ انتخاب کیا ہے جو جملہ معلومات پر حاوی ہے۔ اور یہ اس کی بلاغت نگارش کا وصف ہے۔ حضرت مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان جملہ احوال سے آگاہ تھے کہ وہ عالم بھی تھے اور عارف بھی کوئی ادھ کچرے ملانہ تھے۔

مستفتی کا سوال یہ بھی ہے کہ ان کے پیشینان کے متعلق کیا اعتقاد رکھنا چاہیے۔ وہ جانتا ہے کہ اسلام سوءظن اور بدگوئی کو روا نہیں رکھتا حتیٰ کہ معبودانِ باطلہ کو برا کہنے سے بھی منع کرتا ہے۔ مگر عوام کالانعام اس نکتے سے ناواقف اور دریدہ دہنی کے مرتکب ہیں۔ ممکن ہے کہ ان ہی کا تدارک پیش نظر ہو۔ بہرحال سوال کا مختصر سا پس منظر ختم ہوا، جو تفہیم جواب میں معاون ہوگا۔ جواب کی طرف متوجہ ہونے سے پہلے ذہن میں یہ سوال بھی ابھرتا ہے کہ جب اس عہد میں کتنے ہی جلیل القدر علماء موجود تھے۔ جن میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سرفہرست ہیں۔ جو معقول و منقول تاریخ و سیر تفسیر و حدیث اور رجال بلکہ جملہ علوم متداولہ میں ید طولیٰ رکھتے تھے تو جواب استفسار کے لئے مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی کو منتخب کیوں کیا تھا ؟ غور و فکر

رہنمائی کرتا اور بتاتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے معاصر اس رمز سے آگاہ تھے کہ حضرت مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ ویدک علوم سے آگاہ ہیں۔ بعید نہیں کہ براہ راست ان علوم سے آگاہی حاصل کی ہو۔ حضرت مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت کے وہ خصائص جن سے اہل علم واقف ہیں ان میں سے یہ بھی ہے کہ مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ روش عام سے محترز تھے۔ وہ علوم قرآنیہ سے بھی آگاہ تھے پھر وہ کسی کے سادہ و سرسری بیان کو کیسے معتمد قرار دے سکتے تھے حالانکہ ممانعت بھی وارد ہے۔ ہمیں معلوم نہ ہو تو نہ سہی لیکن حضرت مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مزاجی کیفیت اور ان کا جواب استفسار اس کی بین دلیل ہے کہ حضرت مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ویدک علوم سے خاطر خواہ واقفیت تھی کہ اسلوب بیان اس اعتماد کا جامع ہے جو کسی موضوع پر براہ راست عبور حاصل ہونا ہے اس اعتبار سے حضرت مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بعض مزاجی خصوصیات و فکری پرواز کو اور اسلوب کی ہمہ گیری کو ملحوظ رکھنا تفہیم میں سہولت کا موجب ہوگا۔

حضرت مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عہد میں دنیاوی اقتدار کی باگ ڈور مسلمانان ہند کے ہاتھ میں تھی۔ مغلیہ شہنشاہیت کا سکہ رواں تھا۔ حضرت مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ علوی خانوادہ سے تھے۔ مگر ان کی جدۂ محترمہ شہنشاہ اکبر کی صاحبزادی تھیں۔ اس لئے حضرت مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ شاہی خاندان کے معزز رکن بھی تھے۔ مرزا تخفیف ہے امیر زادہ کی۔ مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد بزرگوار مرزا جان کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے۔ وہ پیار سے مرزا صاحب کو مرزا جان جاں کہتے تھے۔ اسی لقب سے مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ مشہور ہیں ورنہ نام شمس الدین ہے اور اس اعتبار سے مرزا صاحب اسم بامسمّیٰ تھے۔ مرزا صاحب شاہی خاندان میں بھی مقبول و محترم تھے۔ اور معاصرین و عوام میں بھی اس کے باوجود ضبط نفس اور سلامت روی کا یہ عالم ہے کہ ایک بھی لفظ تمکنت آمیز زبان قلم سے نہیں نکلا ہے۔ حرف حرف سے شان درویشی و کمال علمی جلوہ گر ہے۔ جذبۂ تبلیغ کی آمیزش نے کلام کو دو آتشہ بنا دیا ہے جو براہ راست

قلوب کو متاثر کرتا ہے۔

مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اسلوب بیان صاف ستھرا، دلنشیں اور سادہ وسلیس ہے۔ قاری بے تکان بڑھتا اور سمجھتا چلا جاتا ہے۔ یہ بھی ہے کہ کسی طرح کسی کے دل کو ٹھیس بھی نہ لگے۔ ع انیس ٹھیس نہ لگ جائے آبگینوں کو۔ بلکہ جذبہ کارفرما ملتا ہے کہ ناواقفوں کو صورت حال کی واقفیت سے قبول حق کی توفیق نصیب ہو جائے۔ اور وہ راہ راست اختیار کرلیں یہ طلب صادق اور شائستگی فطرت کا ثمرہ ہے ورنہ اگر فطرت میں دنائیت وگندگی ہے تو جو کچھ بھی نکلے گا زبان سے نکلے یا قلم سے دنائیت سے ملوث ہوگا۔ اللہ کے نبی کی شان تو اعلیٰ وارفع ہے۔ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ (الاحزاب ۶ پارہ ۲۱) حضرت مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان پیشنیان وگزشتگان کے باب میں بھی اسلامی قدروں کو بکمالہ ملحوظ رکھتے ہیں جو ان کے ہم مسلک بھی نہیں ہیں ان کے متعلق فرماتے ہیں۔

از آغاز بعثت او (صلی اللہ علیہ وسلم) تا امروز .... ہر کہ باوے نہ گرویدہ کافر است نہ پیشیان

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کے زمانہ سے .... آج تک جو بھی آپ کا متبع نہ ہوا وہ کافر ہے لیکن اگلے نہیں ہیں۔

یہ بھی فرمایا:۔

دکافر گفتن کسے را بے دلیل قطعی آسان نباید دانست اور بے دلیل کسی کو کافر کہنا آسان نہ سمجھنا چاہیے۔ یہی نکتہ ہے جس سے وحشت رفع ہوتی ہے اور کلام حق کی سماعت اور قبولیت نصیب ہوتی ہے۔

حضرت مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت کے بعض گوشے مثل آئینہ نہایت ہی متجلی ہیں وہ ایسے نازک مزاج اور لطیف طبع بزرگ تھے کہ ادنیٰ سی بھی کجروی برداشت نہیں کرسکتے تھے۔ اور مقدور بھر اسے رفع فرمانے کی سعی فرماتے تھے حتی کہ اگر سر راہ کسی کی چارپائی

ٹھری کھڑی دیکھتے تو سیدھا کئے بغیر قدم آگے نہ بڑھاتے تھے۔ پھر یہ کیسے متوقع ہے کہ وہ کسی کی بے سرو پا باتوں کو اپنا لیتے اور دینی تصورات کا محور قرار دے لیتے۔ العجب۔

مکتوب گرامی کے بیان کا نہج منہ سے بڑا بول رہا ہے کہ جو کچھ بھی زبانِ قلم پر آیا ہے وہ ذاتی کاوش اور وسیع مطالعہ کا ثمرہ ہے اور اعتماد کے وصف سے مالامال ہے۔

ع سخن شناس نۂ دلبرا سخن ایں جاست

کمال یہ ہے کہ یورپ کے وہ محققین جنھوں نے مدتوں بعد اس موضوع پر قلم اٹھایا اور داد تحقیق دی ہے وہ حضرت مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوب سے واقف بھی نہیں ہیں لیکن متفق ہیں۔

حضرت مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نظر موضوع کے ہر پہلو پر ہے۔ حال پر بھی ہے اور مآل پر بھی اور وہ رمز شناس اور مزاج آشنا بھی ہیں۔ اور تدارک پر بھی نظر رکھتے ہیں۔ برخود غلط اشخاص کی ذہنی اصلاح کے لئے فرماتے ہیں۔

مادۂ حسن ظن متحقق است بشرط آں کہ تعصب درمیان نہ باشد۔

اگر آنکھوں پر تعصب اور طرفداری کی اندھیری چڑھی ہوئی نہ ہو تو خوش فہمی کی بنیاد ٹھیک موجود ہے۔

حفظ ما تقدم کے طور پر یہ بھی فرما دیا ہے:۔

وآنچہ متاخرین ایشاں تصرف کردہ اند از اعتبار ساقط است

اور جو بھی ان کے بعد والوں نے تبدیلیاں کی ہیں وہ اعتبار کے لائق نہیں ہیں۔

گویا کہ حضرت مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بیان موضوع اصل سے متعلق ہے۔ اس سے غرض نہیں ہے کہ آج کسی کی کیا روش ہے ؟ اگر کوئی دریائی سڈول بیٹوں سے پریم کرتا اور پرماتما قرار دیتا ہے تو دیا کرے وہ خارج از بحث ہے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ شرک و بت پرستی اور غلط روی کی بنیاد کوئی بھی آسمانی دین نہیں ہے بلکہ طاغوتی توہم ہے۔ آسمانی دین برحق کو

گمراہی کی اصل و بنیاد تصور کرنا بجائے خود گمراہی ہے۔ تمام بنی نوع انسان اولاد آدم صفی اللہ تھے اور ہیں لیکن جب حق سے برگشتہ ہو گئے اور دین کے برخلاف شرک و طاغوتیت کو اساس قرار دے لیا اور سمجھائے نہ سمجھے تو عذاب الٰہی میں مبتلا ہو کر نیست و نابود ہو گئے۔

حضرت مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کتب مقدسہ وید سے متعلق ان کے ماننے والوں کا بیان اس طرح نقل فرماتے ہیں:۔

آنچہ از کتب قدیمۂ اہل ہند معلوم می شود۔ این ست کہ رحمت الٰہیہ در وقت آغاز پیدائش نوع انسانی برائے اصلاح معاش و معاد شاں کتابے مسمّٰی بہ بید کہ چہار دفتر دارد مشتمل بر احکام امر و نہی و اخبار ماضی و مستقبل بتوسط ملکے برہما نام کہ آلۂ و جارحہ ایجاد عالم است فرستاد۔

اہل ہند کی قدیم کتابوں سے جو کچھ معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ بنی نوع انسان کی پیدائش کی ابتدا میں ان کی دنیاوی زندگی کے سدھار کے لئے اور حیات بعد الممات کی اصلاح کے لئے اللہ پاک نے اپنی مہربانی سے وید نامی کتاب برہما نام فرشتے کی وساطت سے نازل فرمائی جو ایجاد عالم سے متعلق کارکن ہے۔ اس کتاب کے چار دفتر ہیں جو احکام امر و نہی اور اخبار ماضی و مستقبل پر مشتمل ہیں۔

یہ اگرچہ ہلکا پھلکا اور مختصر سا بیان ہے لیکن نہایت ہی جامع ہے۔ دریا کو کوزے میں بھر دیا ہے۔ یہ اس کی روشن دلیل ہے کہ حضرت مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو علوم ویدیہ سے کامل آگاہی تھی۔ اور اس پر پوری دسترس تھی۔ اس میں ایسے الفاظ بھی ہیں جو صحف آدم و ادریس علیہما السلام کی یاد تازہ کرتے ہیں۔ آلہ و جارحۂ ایجاد عالم سے مراد حضرت جبرئیل علیہ السلام ہی ہیں جو بروئے احادیث آدم صفی اللہ کی تخلیق کے لئے بحکم الٰہی مختلف ممالک کی زمینوں سے مٹی لائے تھے۔ متعدد ملائکہ آلہ و جارحہ ہیں جیسے حضرت میکائیل علیہ السلام کہ وہ مخلوق کو رزق رسانی اور دستیابی رزق کے لئے متعین ہیں۔ وہ کارکن جو بحکم الٰہی تابع فرمان ہیں وہ شریک الوہیت

نہیں۔ اور نہ ان کے تعمیل حق سے قادر مطلق کی قدرت کاملہ محتاج قرار پا سکتی ہے۔ برہما سنسکرت کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں رُوح۔ رُوح قدس یا رُوح اعظم اور فرشتہ فرشتوں کو دوت اور سُر بھی کہتے ہیں۔ وحی رسانی کی خدمت پر حضرت جبرئیل علیہ السلام مامور رہے ہیں اس لئے برہما سے مراد حضرت جبرئیل ہی ہیں۔ حضرت مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس بیان کی خوبی یہ بھی ہے کہ یہ ارشاد خداوندی کے تابع اور اسی سے ماخوذ ہے۔ قرآن پاک میں ہے :-

رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَآءُوْا بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ وَالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ (آل عمران پارہ ۴، ۱۸۴)

آپ سے پہلے بھی بہت سے رسول روشن نشانیاں اور صحیفے اور روشنی بخشنے والی کتاب لے کر آچکے ہیں۔

کس کس نام کے رسول آئے ہیں اور کیا کیا کتابیں اور نشانیاں لے کر آئے ہیں اور کس کس قوم میں آئے ہیں یہ سب کچھ محذوف و مقدر ہے۔ کیونکہ یہ تفصیل مخاطبین کے لئے تعریف مجہول با لمجہول کی مصداق ہوتی البتہ اسا ہی طور پر قدرے واقف ہیں کہ مسخ کردہ صورت کو اپنائے ہوئے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب رحمۃ اللہ نے فرشتے کے اور کتاب کے نام پر اکتفا فرمایا ہے جو ماننے والوں میں مروج ہے۔ کسی نبی کا نام نہیں بتاتا اس میں بھی رمز ہے تاہم یہ بیان کی خامی نہیں ہے۔ قرآن پاک میں بھی متعدد جگہ ایسا ہی کچھ ہے۔ مصلحت کیا ہو سکتی ہے اس کا ذکر انشاء اللہ سطور آئندہ میں آئے گا۔

حضرت مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ "چہار دفتر دارد مشتمل بر احکام امر و نہی۔ اخبار ماضی و مستقبل"۔ احکام امر و نہی تو لازمۂ مذہب ہی ہیں مگر غور طلب یہ ہے کہ اخبار ماضی و مستقبل سے مراد کیا ہے؟ اس کا تعلق مطالعہ وید سے ہے۔ یورپ کے وہ محققین جنھوں نے وید مقدس پر کام کیا ہے ان کے رشحات قلم بتاتے ہیں کہ اخبار ماضی سے

مراد مصر و فلسطین، بابل و نینوا اور یروشلم سے متعلق تاریخی حادثات ہیں جن کا وید میں ضمناً ذکر آگیا ہے۔ البتہ اخبار مستقبل بہت ہی باعظمت اور اہم ترین ہیں جو وید مقدس کے اوراق کی زینت ہیں ان کی شمولیت کا یہ اقتضار بھی ہے کہ وید کو وید مقدس کے معزز لقب سے یاد کیا جائے۔ اور مسلمان اس پورے پورے مکلف ہیں کہ وہ ان قدروں سے ایمانی تعلق رکھتے ہیں۔ وہ کیا ہیں ؟ انہیں چاہے تو آپ میثاق النبیین کہہ لیجئے اور چاہے مبشرات النبی آخر الزماں کے معزز لقب سے یاد کیجئے۔ اور ان سے آگاہی کے لئے وسیع مطالعہ درکار ہے۔ حضرت مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اسلوب نگارش سے مترشح ہے کہ موصوف کی نظر ان پر بھی تھی۔ مبشرات انشاء اللہ اوراق آئندہ کی زینت ہوں گے۔

کسی قوم کی زبان اور اس کا ادب اس کی فطری رجحانات کا آئینہ ہوتا ہے۔ ادب میں وہی لفظ جگہ پلتے ہیں جو اس کے افکار و خیالات کے ترجمان ہوتے ہیں۔ مذہبی لٹریچر کے مطالعہ سے مذہبی افکار کی بنیادی قدروں سے آگاہی ہو سکتی ہے۔ ویدک دھرم کا مطالعہ بتاتا ہے کہ اس میں ایسے لفظ ہیں جو مذہبی نوعیت کے ترجمان ہیں ـــــــ اور دین فطرت کی نشاندہی کرتے ہیں۔ مثلاً سورگ (بہشت) بیکھنٹ (بہشت، مکت (نجات) مہا مکت (نجات کبریٰ) پرلے (قیامت) نرک (جہنّم) دوت (فرشتہ) سُر (فرشتہ) اوتار (پیغمبر مبعوث) پرلوک (عالم آخرت) اپسرائیں (حوریں) یم دوت (ملک الموت) پترلوک (برزخ) چتر گپت (کراماً کاتبین) دیوتا (بزرگ، ولی، فرستادہ خدا) اسمائے الٰہیہ میں سے لفظ اوم اسم ذات ہے جس کی جمع نہیں آتی۔ اس کے علاوہ بھی کچھ اسماء ہیں، جو زبانِ زد خاص و عام ہیں مثلاً رام، بھگوان، ایش، ایشور، پرمیشور، پرماتما..... ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں کہ جس سے شرک کی بو آتی ہو۔ لفظ رام کے متعلق محققین کی رائے یہ ہے کہ یہ کلدانی و عبرانی زبان کا لفظ ہے جو آریوں کے ساتھ ہند میں آیا ہے رام کے معنیٰ ہیں اعظم، عظیم، بلند مرتبہ۔ صاحب رفعت یہ لفظ بطور اسم ذات کے خدا کے لئے بھی مستعمل ہے اور بصورت تکرار یعنی رام رام بطور سلام

سلام بھی مستعمل ہے۔ حتیٰ کہ جب میت کو شمشان بھومی (مرگھٹ) پر لے جاتے ہیں تو یہ الفاظ پڑھتے ہیں :-

رام نام ست ہے　　ست بولو گت ہے

سچا نام اللہ ہی کا ہے جو عظیم و اعلیٰ ہے اور سچ بولنے ہی سے سرخ روئی حاصل ہوتی ہے یہ مراد بھی ہو سکتی ہے کہ عظیم و اعلیٰ کی یاد ہی میں نجات ہے۔ رام چندر کے معنیٰ ہیں عظیم چاند۔ بدر منیر۔ بدر الدجیٰ۔

اسمائے حسنیٰ تمام تر اللہ ہی کے نام ہیں ان میں سے ہر کسی سے اللہ پاک کو یاد کیا جا سکتا ہے ارشاد ہے :-

وَلِلّٰہِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی فَادْعُوْہُ بِھَا۔ (الاعراف ۱۸۰ پارہ ۹) اور اچھے اچھے نام اللہ ہی کے ہیں۔ ان ہی سے اللہ کو یاد کیا کرو۔

مختلف زبانوں میں مختلف اسمائے باری تعالیٰ ہیں اور نہ صرف یہی بلکہ مبشرات نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم جملہ ادیان سماوی کا محور ہیں مبشرات کی موجودگی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی کی موجودگی بھی دین سماوی ہونے کی بیّن دلیل ہے۔ عبرانی زبان میں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی مُنْحَمَنَّا (تعریف کیا ہوا یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ہے سریانی میں برقلیطس اور پیرکلیطوس (تعریف کیا ہوا یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم)، یونانی میں فارقلیط (تعریف والا یعنی احمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے)، کتب مقدسہ وید میں متعدد اسماء ہیں مثلاً :-

نراشنسہ۔ تعریف کیا ہوا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
ماشخے پلرخ۔ تعریف کیا ہوا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
سُشروش۔ تعریف کیا ہوا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
ریبھ۔ تعریف والا۔ احمد صلی اللہ علیہ وسلم

کاروما ۔ تعریف والا احمد صلی اللہ علیہ وسلم
کاروے استونا۔ تعریف والا۔ احمد صلی اللہ علیہ وسلم

یہ کوائف اس کی بین دلیل ہے کہ ویدک دھرم بنیادی طور پر مرتب اور سماوی دین ہے لیکن ادیان سابقہ کسی قوم یا کسی ملک کے لئے اور محدود وقت کے لئے ہوتے تھے اور جب مدت معینہ گزر جاتی اور متبعین بے راہ ہو جاتے تو اگر آسمانی کتاب ان میں موجود ہوتی تو ایسے انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوتے جو بھولا سبق یاد دلاتے اور متبعین کو راہ راست پر گامزن کرتے اگر کتاب بھی محفوظ نہ رہتی تو ان کی ہدایت کے لئے اور کتاب نازل ہوتی تھی۔ بلاشبہ عرب مستعربہ ایسی قوم تھی جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بعد وجود میں آئی تھی۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تک دو ہزار برس سے زیادہ زمانہ گزر چکا تھا کہ ان کے لئے نہ کوئی کتاب نازل ہوئی تھی اور نہ ان کے لئے براہ راست کوئی نبی مبعوث ہوا تھا۔ اسی لئے اللہ پاک نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ہدایت فرمائی کہ اے نبی آپ اس قوم کو ہدایت کی راہ دکھائیں جن کے لئے آپ سے پہلے نہ کوئی رسول ہم نے بھیجا ہے اور نہ کوئی کتاب نازل کی ہے۔ (سبا ۴۴ پارہ ۲۲) ورنہ تمام اقوام عالم کی ہدایت کے لئے انبیاء بھی بھیجے جا چکے تھے۔ اور کتب سماوی بھی جن کا شمار اللہ تعالیٰ ہی کے علم میں ہے۔ ہند و پاک اتنا وسیع ملک ہے کہ برصغیر سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ باشندگانِ ہند و پاک کی ہدایت کے لئے نذیر و ہادی اور رسول نہ بھیجے گئے ہوں اور ان کے لئے کتب سماوی نازل نہ ہوئی ہوں۔ اور اگرچہ ارشاد باری کے مطابق بعض کا ذکر کیا گیا ہے اور بعض کا نہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ

(النساء پارہ ۶)

اور ایسے رسولوں کو بھی بھیجا ہے جن کا حال اس سے پہلے ہم نے آپ سے بیان کیا ہے اور ایسے رسول بھی بھیجے ہیں جن کا حال ہم نے آپ سے بیان نہیں کیا ہے۔

اس ارشاد سے ان مذہبی پیشواؤں کے باب میں حسن ظن کی گنجائش بہم پہنچتی ہے جو سرزمین ہندو پاک میں معروف ہے اور یہ بھی ہے کہ گردش دوراں سے اسمار میں کچھ تغیر بھی ہو جاتا ہے اور بدل بھی جاتے ہیں۔ چنانچہ مندرجہ ذیل اسامی غور طلب ہیں۔

ایلیا (الیاس) یوحنا (یحییٰ) عمرام (عمران) یوناہ (یونس) سولومون (سلیمان) حنوک و اخنوخ (ادریس) ابرہام۔ ابی رام (ابراہیم) منوجی سے طوفان کی اور کشتی کی وہی روایت وابستہ ہے جو حضرت نوح علیہ السلام سے ہے۔ صاحب فرہنگ آصفیہ (ص ۵۸ جلد ۱) نے لکھا ہے کہ ہندو دھرم میں حضرت نوح علیہ السلام کو مچھ اوتار کہتے ہیں۔ کیوں کہ مچھلی ہی نے کشتئ نوح کی رہنمائی کی تھی ہونی بھی آتش نمرود ہی کی یادگار ہے کہ اس نے حکم الٰہی سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو محفوظ رکھا تھا۔ قرآن کریم میں حضرت یونس علیہ السلام کو ذالنون (مچھلی والے) کے لقب سے یاد کیا ہے جس کا ترجمہ ہندی میں مچھ بھوج اوتار کیا گیا ہے (حضرت شاہ فضل الرحمان گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ) مقصد یہ ہے کہ اسمار و القاب کی ظاہری حالت سے غلط فہمی میں مبتلا نہ ہونا چاہیئے۔ بلکہ سیاق و سباق سے اور سمجھ بوجھ کی رہنمائی سے اصل مقصد تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کرنا چاہیئے۔ اور وَأْمُرْ قَوْمَكَ يَأْخُذُوا بِأَحْسَنِهَا (الاعراف ۱۴۵ پارہ ۹) اپنی قوم کو حکم دیجئے کہ وہ بہترین مفہوم کی پیروی کرے) کو پیش نظر رکھنا چاہیئے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ یہ نکات اور ان جیسے ہی دیگر نکات کی روشنی میں جب کوئی حضرت مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نوشتہ جواب استفتار کا مطالعہ کرے گا تو وہ حضرت مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نکتہ دانی اور نکتہ فہمی بالغ النظری اور ویدک علوم سے کمال آگاہی اور دینی معادیر سے کما حقہ واقفیت اور سلیقۂ نگارش کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکے گا۔ اور مستفتی کی نظر انتخاب کا معترف بھی ہو گا۔ الغرض ان مبادیات کے بعد جواب استفتار سے کچھ اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں۔ تاکہ جواب کے نوادرات سے ناظرین لطف اندوز اور فیض یاب ہو سکیں۔ اور

اور اگر ضرورت ہوئی تو اظہار مافی الضمیر سے بھی کام لیا جائے گا۔ حضرت مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

جمیع فرق اینہا در توحید باری تعالیٰ اتفاق دارند و عالم را حادث و مخلوق او می دانند و اقرار بہ فنائے عالم و حشر جسمانی و جزائے اعمالِ نیک و بدمی نمایند۔ و در علومِ عقلی و نقلی و ریاضیات و مجاہدات و تحقیق و معارف و مکاشفات اینہا رایدِ طولیٰ ست و کتاب خانہا تا امروز موجود۔

ان کے تمام فرقے اللہ پاک کی توحید کو مانتے ہیں اور تمام عالم کو خدائے پاک کا پیدا کیا ہوا اور فنا ہونے والا جانتے ہیں۔ اور نیک و بد کاموں کے بدلے ملنے اور مرنے کے بعد زندہ ہونے اور عالم کے فنا ہونے کے قائل ہیں۔ اور جملہ عقلی اور نقلی علوم میں اور عبادت و نفس کشی میں اور خدا کی راہ میں کوشش کرنے میں اور حقائق سے آگاہی حاصل کرنے میں اور خدا شناس ہیں۔ اور امور غیبی سے آگاہی میں انہیں بڑی مہارت ہے۔ اور آج تک کتب خانے موجود ہیں۔

یہ بیان بلاغتِ کلام کا شاہکار اور نہایت ہی معلومات افزا ہے کہہ لیجئے کہ وسیع النظری اور وسیع ترین مطالعہ کا نچوڑ ہے۔ ہر ہر لفظ اپنی اپنی جگہ ہیرے کی طرح جڑا ہوا ہے۔ اور آب و تاب سے نظروں کو خیرہ کر رہا ہے۔ پہلا جملہ ہے جمیع فرق اینہا در توحید باری تعالیٰ اتفاق دارند۔ یہی رائے چھٹی صدی ہجری کے شہرۂ آفاق عالم حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے فرماتے ہیں۔

میں ہندوستان کے شہروں میں گیا تو دیکھا کہ یہ کفار وجود باری تعالیٰ پر متفق ہیں (تفسیر کبیر سورۂ ہود) کفار۔ وجود باری اور متفق ان تینوں لفظوں سے علمائے اسلام کی وسیع النظری اور اتفاق رائے آئینہ ہے چوتھی صدی ہجری کے نامور عالم و محقق ابو ریحان البیرونی کی رائے بھی یہی ہے جو مدتوں ہندوستان (بنارس و ملتان) میں رہا اور ویدک علوم سے کامل آگاہی حاصل کی تھی۔ بعد کے یورپین محقق جنہوں نے براہ راست کتب مقدسہ وید پر کام کیا ہے۔ ان کی بھی یہی رائے ہے اور وہ ”حضرت مرزا صاحب رحمۃ اللہ کے بیان سے سرِ مو تجاوز

نہیں کرتے ہیں۔ اٹھارھویں صدی عیسوی میں یورپین محقق مسٹر الفنٹن نے ہندوستان قدیم کے طبعی و تمدنی اور مذہبی حالات کی تحقیق پر قلم اٹھایا اور قدیم ماخذات کی مدد سے ہندو دھرم کے مذہبی خیالات کی بڑی جامعیت سے ترجمانی کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں :۔

وید کا مقدم مسئلہ یہ ہے کہ خدا واحد ہے اکثر جگہ وید میں لکھا ہے کہ حقیقت میں صرف ایک ہی "خدائے واحد" ہے۔ جو سب سے اعلیٰ اور برتر ہے۔ تمام عالموں کا مالک ہے اور اسی نے سب عالم پیدا کئے ہیں۔ ۶۵

خدا کیا ہے؟ وہ کامل سچ ہے۔ کامل خوشی ہے اور اس کی ذات لاثانی ہے اس کو فنا نہیں ہے اور وہ واحد مطلق ہے اس کی ذات کو نہ تو زبان ہی بیان کرسکتی ہے اور نہ عقل ہی سمجھ سکتی ہے وہ سب ہی میں موجود ہے (وَفِيْ اَنْفُسِكُمْ) اور سب ہی پر غالب ہے ہر جگہ اور ہر وقت حاضر و ناظر ہے .... (۶۹)

مذہبی کتابوں میں جا بجا وحدت کا مسئلہ پایا جاتا ہے اور ان کے آخر میں یہ بھی بیان کیا ہے کہ سب فرضوں میں سے یہ بڑا فرض ہے کہ اپانی شاد (اپنیشد) رسالہ علم الٰہی سے خدائے واحد اور قادر کی معرفت حاصل کریں۔ (۷۰)

مَعَاد کا بیان ۔ وہ یہ اعتقاد بھی رکھتے ہیں کہ حیات کے مختلف درجوں میں سے ایک درجہ یہ بھی ہے کہ ہر شخص اپنے اپنے اعمال کے موافق بیکنٹھوں (بہشتوں) میں ہزارہا برس تک عیش و عشرت میں رہے گا۔ یا نرکوں (دوزخوں) میں رہے گا اور ہزارہا برس تک تکلیف اور عذاب سہے گا۔ (۱۸۵)

بیکھنٹ (بہشتیں) جمیع نعمتوں سے معمور ہیں۔ سونے چاندی اور جواہرات سے جگمگاتی ہوئی ہیں..... بہت سی نہریں ہیں۔ طرح طرح کے درخت ہیں اور انواع انواع کے پھول کھلے ہوئے ہیں..... حور و غلمان..... انبوہ کے انبوہ ہیں۔ اور کئی قسم کے فرشتے ان بیکھنٹ

باشیوں کی خدمت میں حاضر رہتے ہیں (۱۶۷-۱۶۸)

ہندوؤں کے ہاں معاد کے عیش و آرام اور نعمتوں کا ذکر اور رنج وعذاب کا بیان نہایت مبالغہ سے شاعرانہ انداز میں کیا گیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب نیک اور صالح آدمی کی روح جسم سے جدا ہوتی ہے تو وہ نہایت خوشنما راستوں میں خوشبودار اور سایہ دار درختوں کے سایہ میں ایسی نہروں سے گزرتی ہے جس میں بکثرت کنول کے پھول کھلے ہوتے ہیں۔ اور بد کرداروں کی روح کا گزر نہایت تنگ و تاریک اور خوفناک راستوں سے ہوتا ہے اور کبھی جلتی ہوئی ریت اور سخت خاردار پتھروں پر سے ہوتا ہے جن سے ہر قدم پر پاؤں زخمی اور لہولہان ہو جاتے ہیں۔ جن نرکوں میں رہنے کے لئے ان بدکاروں کو آخرکار حکم ہوتا ہے ان کی نسبت بھی ایسے ہی کچھ خیالات ہیں اور ان کا حال اس سنجیدگی اور شان و شوکت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ اس کے سننے سے دوزخ نظر میں پھر جاتی ہے۔ (۱۸۵-۱۸۶)

اس مذہب کی مقدس کتابیں اٹھارہ پران ہیں۔ ان کو آٹھویں اور سولھویں صدی کے درمیان میں متفرق مقاموں میں مختلف مصنفوں نے تصنیف کیا ہے۔ ان کتابوں میں دیوتاؤں کے نسب نامے، دنیا کی پیدائش کے حالات اور حکمت کی باتیں اور مذہبی مسائل اور عام نسب نامے اور تاریخوں کے ٹکڑے ہیں اور بے شمار افسانے ہیں۔ جو دیوتاؤں داناؤں اور بہادروں کے متعلق ہیں۔ ۱۶۳-۱۶۴) ترجمہ تاریخ ہندوستان (الفنسٹن) مطبوعہ علی گڑھ ۱۸۶۷ء

یہ بھی مناسب محل ہے کہ کتب مقدسہ وید سے براہ راست کچھ اقتباس نذر ناظرین کئے جائیں۔ جو طمانیت خاطر کے باعث ہوں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

توحیدی بھجن ۔ ابتدا میں ہرنیا گربھ نمودار ہوا۔ ساری موجودات کے رب کی حیثیت سے نمودار ہوا۔ اس نے زمین کو مضبوطی سے قائم کیا اور آسمان بنائے۔ ہم کس خدا کو بھینٹ

چڑھائیں اور کس کی حمد کریں اسی کی جو خلاقِ عالم ہے

کون زندگی بخشتا ہے۔ کون قوت دیتا ہے کس کا حکم ساری مخلوق پر چلتا ہے۔ حتیٰ کہ نورانی دیوتاؤں پر بھی اسی کا حکم چلتا ہے۔ وہ کون ہے جس کا سایہ لازوال ہے۔

پھر ہم کس خدا کی عبادت کریں اسی کی جو اپنی ذات سے آپ ہی بادشاہ ہے۔

ان سب کا جو سانس لیتے ہیں جو زندہ حیات ہیں ان سب کا جو سوتے ہیں غافل ہیں اور جو جاگتے ہیں ان سب کا جو انسان ہیں ان سب کا جو حیوان ہیں اور جو نباتات اور جمادات ہیں۔ وہی ایک رب لازوال ہے۔

پھر ہم قربانیوں کے سمے کس کی عبادت کریں اور کس کے بھجن گائیں۔ اسی کے جو رب لازوال ہے۔

یہ برفانی پہاڑ۔ یہ انتھاہ سمندر، یہ بہتے دریا کس کی شان و شوکت اور قدرت کے مظاہر ہیں اور یہ بڑے بڑے شہر اور بڑے بڑے ملک کس کی قدرتِ کاملہ سے آباد و پررونق ہیں۔

پھر ہم قربانیوں کے ساتھ کس خدا کی حمد کریں۔ اسی کی جو لائق حمد ہے۔ (رگ وید)

آسمان و زمین اور پہاڑ سب ہی اس کے آگے سر بخم ہیں بلکہ پہاڑ تو اس کے آگے کانپتے اور تھرتھراتے ہیں۔ (رگ وید)

تجھ جیسا نہ تو دیولوک (عالمِ بالا) میں ہے اور نہ زمین ہی پر ہے۔ تجھ جیسا نہ ہوا ہے اور نہ ہوگا۔ (یجروید)

ایک ہی ذات حمد اور نمسکار کے لائق ہے۔ (اتھروید)

مَعَاد۔ تصورِ آخرت ۔ سورگ (بہشت)، تیسرا لوک (عالم) ہے۔ جو آسمانی ضیاپاشی سے جگمگا رہا ہے۔ (رگ وید)

(پہلا لوک سنسار (دنیائے فانی)، دوسرا لوک پتر لوک (عالمِ برزخ) تیسرا لوک

سورگ لوک (بہشت یا عالمِ آخرت)

مجھے اس عالم میں حیات جاوید عطا کر جو سراپا نور ہے جہاں کامل لطف و سرور ہے اور جو برمھا (خالق) کی قرب گاہ ہے (رگ وید)

مجھے اس لازوال عالم میں بے جا بسا جو سراپا کیف و سرور کا عالم ہے جہاں اچھی اچھی دلچسپیاں ہیں اور جہاں تمنائیں بار آور ہیں۔ یعنی مجھے فردوس بریں عنایت فرما۔

مجھے اس لازوال عالم میں پہنچا دے۔ جہاں نور ہی نور ہے اور جو ہدایت کے نور سے متجلّی ہے (رگ وید)

سورگ (بہشت) میں ساز و نغمہ کا لطف بھی ہے۔ رگ وید)

وہ درخت جس کے لذیذ و شیریں پھل خوبصورت پرندے کھاتے ہیں وہ اسی درخت پر بسیرا کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ پھل تو بڑے ہی مزے کا ہے مگر انھیں نہیں ملتا۔ جنھیں عرفانِ خداوندی نصیب نہیں ہے (رگ وید)

اخلاص سے دان (خیرات) کرنے والے ہی سورگ (بہشت میں جاتے ہیں۔ (رگ وید)

جو بہت ہی پاپی ہیں، گنہگار ہیں۔ گندے ہیں جھوٹے ہیں۔ بے وفا ہیں۔ دغاباز ہیں انہی نے نرک (دوزخ) کو جنم دیا ہے۔ بدکاروں کو انتہا گہرے اور اندھیرے گڑھے میں ڈال دیا جائے گا۔ جہاں سے وہ نکل نہ سکیں گے۔ ہمیشہ ہمیشہ وہیں رہیں گے۔ (رگ وید)

یم دوت (ملک الموت یا عالم برزخ کے فرشتے، نکوکاروں کے حوصلے اور ان کی ہمت کو اپناتے ہیں۔ انہیں سواری سے نوازتے ہیں۔ جس سے وہ فضائے کون و مکاں کی سیر کرتے ہیں۔ انہیں شہپر بھی دیئے جاتے ہیں جن سے وہ پرواز کرتے اور فلک الافلاک تک جا پہنچتے ہیں۔ وہاں شہد، مکھن، دودھ، دہی اور شراب طہور کی نہریں ہیں۔ جن کے متعلق وعدہ ہے کہ

وہ جنتیوں کو ہی ملیں گی۔ (یجروید)

نرک لوک (عالم جہنم) ایسا عالم ہے۔ جہاں روشنی نہیں۔ اندھیرا ہی اندھیرا ہے (یجروید)

پتر لوک (عالم برزخ) ہی سے سورگ (بہشت) میں جانے کا راستہ ہے۔ (اتھروید)

دان (خیرات) کرنے والے ہی سُر بھم (فردوس) میں جاتے ہیں۔ جہاں انھیں خوش پوش حسین وجمیل دوشیزہ کنواریاں ملتی ہیں اور پینے کو شرابًا طہورا کے جام ملتے ہیں۔ (اتھروید)

سورگ (بہشت) میں لطف ہی لطف ہے۔ وہاں نہ فکر و غم ہے۔ نہ موت ہے اور نہ بڑھاپا۔ (اتھروید)

سورگ لوک (عالم بالا) امرت (آبِ حیات) سے بھرپور ہے (اتھروید)

سورگ لوک میں شہد کی ہزاروں ہی نہریں ہیں (اتھروید)

سورگ (بہشت) میں تجھے گھی کے حوض۔ شہد کے تالاب۔ شراب سے دودھ سے بھرپور اور میٹھے پانی سے لبریز نہریں اور نیلوفر والی خوشنما جھیلیں ملیں گی۔ (اتھروید)

میں ان اپسراؤں (حوروں) کے لئے ملتجی ہوں۔ پرارتھنا کرتا ہوں جو بہت ہی لطیف اور لطف افزا ہیں۔ (اتھروید)

نرک (دوزخ) اسی کے لئے ہے جو مانگنے پر بھی دان (خیرات) نہیں دیتا۔ (اتھروید)

نرک (دوزخ) کے اندھیرے گڑھے میں وہی گرتے ہیں جو دل کو گندہ اور ناپاک رکھتے ہیں۔ جو ادھرمی اور پاپی ہوتے ہیں) (اتھروید)

خدائے واحد و یکتا پر ایمان اور آخرت پر یقین یہی دینِ حق کی سنگ بنیاد ہیں۔ جن کی قرآن عظیم میں بار بار تلقین کی گئی ہے۔ اقتباسات بالا اس کے شاہد عدل ہیں کہ کتب مقدسہ وید میں یہ دونوں ہی ہیں۔ جن پر ویدک دھرم مبنی ہے۔ اس اعتبار سے حضرت مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کا یہ فرمانا کہ دین مرتبے بودہ است۔ سراسر حق اور بجا درست ہے۔ جس سے کوئی بھی دانشور انکار نہیں کرسکتا۔ اس سے یہ حقیقت بھی اظہر من الشمس ہے کہ حضرت مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جو کچھ لکھا ہے وہ عمیق مطالعہ کا براہ راست مطالعہ کا اور بالغ النظری کا حاصل ہے۔

رگ وید کے متعلق بعض محققین کی تحقیق یہ ہے:

رگ وید انسانی دنیا کا سب سے پہلا شاہکار ہے (نقش سلطان علامہ عتیق فکری ص۸۸)

یہ رائے تدوین کتب سماوی کے اعتبار سے معتبر ہوسکتی ہے۔ اور چونکہ بعض محققین نے رگ وید میں صحف ادریس و صحف ابراہیم علیہما السلام کے اقتباسات کی نشاندہی کی ہے۔ اس لئے پھر اگر کوئی دستیاب ہونے والی کتب سماوی میں سے پہلی کتاب قرار دیتا ہے تو ہمارے لئے یہ مضر مدعا بھی نہیں ہے۔ بلکہ مفید ہی ہے۔ کہ وہ کتاب جو اپنی تدوین کے اعتبار سے انسانی دنیا کی سب سے پہلی آسمانی کتاب قرار دیا جاتا ہے اس کے صحیح مندرجات بھی قرآن عظیم کی تائید کرتے ہیں۔ اور توحید باری تعالیٰ اور معاد کے متعلق قرآنی نقطۂ نظر کو مصدقہ قرار دیتے ہیں۔ گویا کہ قرآن کریم انہیں یہ دعوت دیتا ہے کہ ویدک دھرم کے ماننے والو! ہم تم دینی واساسی نقطۂ نظر سے متفق و متحد ہیں۔ آؤ! ہم تم مل کر بیٹھیں۔ دستبرد زمانہ سے جو کچھ ضائع ہوگیا ہے وہ قرآن کریم میں محفوظ ہے آؤ! قرآن پاک کو اپناؤ اور دارین میں سرخروئی حاصل کرو۔ ہمیں اعتراف ہے کہ حضرت مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ان ہی جیسے بعض بصیرت باطنی سے مالا مال بزرگوں کے سوا اکثر و بیشتر علمائے پیشین نے اس کی طرف توجہ نہیں کی جو ہمارے لئے لائق ندامت ہے۔ میرے بھائیو! قرآن پاک میں تمہارا ہی ضائع شدہ سرمایہ محفوظ ہے آؤ! اسے سنبھالو اور ہدایت کی روشنی حاصل کرو۔ تاکہ ہم سبھی کو فلاح دارین حاصل ہو۔

انہیں کے مطلب کی کہہ رہا ہوں زبان میری ہے بات انکی
انہیں کی محفل سجا رہا ہوں چراغ میرا ہے رات انکی

یہ عُشرِ عَشیر۔ بھی نہیں ہے، اُن معلومات کا جو یورپین محققین نے فراہم کی ہیں۔ اتنے ہی سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کمال اختصار سے جو کچھ لکھا ہے وہ حرف حرف صحیح ہے اور وہ لبِ لباب ہے، وسیع معلومات کا اور وسیع مطالعہ کا۔ اور ایسے مستفتی کے لئے لکھا ہے کہ جو بذاتِ خود معلومات سے مالامال ہے۔ یہ بھی فرمادیا ہے کہ "کتاب خانہا تا امروز موجود"۔ گویا کہ جو کچھ زیرِ قلم آیا ہے وہ مستند ہے کہ اس کے مآخذ نظر میں ہیں۔ اور کتب قدیمہ اس کی تصدیق کرتی ہیں جن سے حضرت مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو پوری آگاہی بھی تھی۔

حقیقت یہ ہے کہ جس قدر مطالعہ وسیع ہوگا۔ جتنا شعور بیدار ہوگا اور جتنی کچھ ذوقِ سلیم سے وابستگی ہوگی اتنی ہی قدریں کھلیں گی اور اتنا ہی مطالعہ کرنے والا اعتراف کرے گا۔ ورنہ دن کو رات سمجھے گا۔ حضرت مرزا صاحب رحمۃ اللہ نے یہ بھی فرمایا ہے:۔

رسم بت پرستی اینہا نہ از راہ اشراک در الوہیت است بلکہ حقیقت دیگر دارد۔

ان کی بُت پرستی الوہیت و ربّانیت میں شرک کے بطور نہیں ہے بلکہ اس کی کچھ اور ہی اصلیت ہے۔

آگے چل کر حضرت مرزا صاحب اس عقدہ کی وضاحت بھی فرمادی ہے کہ حقیقت کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

حقیقتِ بت پرستی اینہا آں نست کہ بعض ملائکہ بامرِ الٰہی در عالم کون و فساد تصرفے دارند بعض ارواحِ کاملاں کہ بعد ترکِ تعلق اجساد آنہا دریں نشاء تصرفے باقی ست یا بعض افراد احیا کہ بزعم اینہا مثل حضر علیہ السلام زندہ جاوید اند صور آنہا ساختہ متوجہ باں می شوند و بسبب ایں توجہ بعد مدّتے مناسبتے بصاحبِ آں صورت بہم می رسانند و بنا براں مناسبت حوائجِ معاشی و معادی خود را ادا می سازند۔

ان کی بت پرستی کی حقیقت یہ ہے کہ بعض فرشتے جو حکم خداوندی سے عالم کون و فساد

یعنی دنیا میں جو کچھ کرتے دھرتے ہیں یا بعض کاملوں کی روحیں جو مادی جسم سے جدا ہو جانے کے بعد اور دنیاوی امور میں (بحکم خدا) ان کا دخل و تصرف باقی ہے یا بعض زندہ افراد جو اُن کے گمان کے مطابق خضر علیہ السلام کی طرح زندہ جاوید ہیں۔ ان کے مجسمے بنا کر ان کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اس توجہ کی وجہ سے کچھ مدت کے بعد ان سے کہ جن کی طرف (عالم خیال میں) متوجہ رہتے ہیں۔ تعلق قائم ہو جاتا ہے اور اس تعلق کے سہارے وہ اپنے دینی و دنیاوی کام انجام دے لیتے ہیں۔

مزید فرماتے ہیں :۔

ایں عمل مشابہتے بذکر رابطہ دارد کہ معمول صوفیہ اسلامیہ است کہ صورت پیر را تصوری می کنند و فیضہا بر می دارند۔

یہ عمل ذکرِ رابطہ سے مشابہ ہے جو مسلمان صوفیوں میں مروج ہے کہ اپنے پیر و مرشد کی صورت کا تصور کرتے ہیں اور فیوض و برکات سے مستفیض ہوتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ہر کام میں خیال کی یکسوئی درکار ہے۔ حدیثِ احسان کیا ہے ؟ یکسوئی تخیل ہی کا نقطۂ عروج ہے۔ یہی سلوک میں مشاہدۂ حق ہے۔ انسان محشرِ خیال ہے ان دیکھی چیزوں کا تصور اور دل جمعی کے ساتھ سہل نہیں ہے۔ محبوب ترین شئے کی یاد ہیہم دل میں کلبلاتی رہتی ہے۔ اسی کے تصور سے یکسوئی کا وصف بسہولت حاصل ہو سکتا ہے جو راہِ طلب میں مطلوب ہے۔ اس کی ممانعت بھی وارد نہیں ہے۔ یورپین محققین شکھڈ نے اس نکتے کو سمجھا اور بے تعصبی سے ہندوؤں کی بت پرستی کے متعلق یہ لکھا ہے :۔

یہ بت پرستی حقیقی نہیں ہے، ظاہری ہے اور یہ دکھاوا بھی مذہب تشبیہی کے غیر ترقی یافتہ اور غیر محدود ہونے کی وجہ سے ہے ...... یہ وحدت پرستی کا پیش خیمہ ہے۔

(نقش ملتان ص ۱۰۱۔۱۰۲)

اردو زبان کے اولین و ممتاز ترین فرہنگ نویس مولوی سید احمد دہلوی مرحوم رقمطراز

ہیں۔

دیدہ وران حقیقت بیں نظر تعصب سے ہاتھ اٹھا کر دیکھیں کہ ہر قوم و ہر ملت میں ایک ایسا خدا کا خاص بندہ ہوتا ہے۔ جو اس قوم کے رواج کے موافق ان لوگوں کو ہدایت کرتا اور راہِ راست پر لاتا ہے ..... کیا ہنود کیا مجوس سب واجب الوجود کی توحید کو اصل اصول جانتے اور وساطت انبیاء کو لازم و ضروریات سے مانتے ہیں۔ گو ایک اپنی اصطلاح میں اوتار اور دوسرا دخشور یا پیغمبر یا پیغامبر کیوں نہ کہے اس کا ہونا اور مانا جانا لوازمات سے ہے۔

بتوں کی پوجا اور آتش و اجرام کی پرستش توحید کی منافی نہیں ہو سکتی اس لئے کہ یہ دونوں لفظ ہندی و فارسی میں تعظیم و عبادت میں مشترک و مشتمل ہیں۔ ایک گروہ اپنے پیشوایانِ دین کی مورتی کو ان کے تصور کی بجائے سامنے رکھ کر اس کے توسل سے عبادت کرتا اور نجات کا طالب ہوتا ہے۔ دوسرا جرم نورانی کو سمتِ قبلہ کی بجائے قرار دیکر اپنا کام نکالتا ہے۔ (فرہنگ آصفیہ جلد ا ص ۵۳)

بیانات بالا سے واضح ہے کہ اہل علم و نظر حضرت مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات سے متفق ہیں اور ہوتے بھی کیوں نہیں ؟ حضرت مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ عالم و عارف بھی تھے اور مومن کامل بھی وہ جو کچھ دیکھتے تھے اللہ کے نور کی دوربین خوردبین سے دیکھتے تھے اور ٹھیک ٹھیک دیکھتے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :۔

اتقوا فراسۃ المؤمن فانہ ینظر بنور اللہ (ترمذی)

مومن کی فراست سے ڈرو کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔

ایمان یہ ہے کہ اگر نڈر ہو کر ٹھکرا گے تو خمیازہ بھی بھگتو گے حسن ظن کا اقتضا بھی یہی ہے اور مسلمان اس کے زیادہ مکلف ہیں۔ رہی مشرکین عرب کی تاویل وہ اپنی جگہ ہے

رب العالمین نے اس کی تکذیب خود فرمادی ہے کہ فرمایا ہے مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ (الزمر ۳) اگر یہ فرمان عمومیت کا حامل ہوتا تو عمومیت کی علامت بھی ہوتی ہے۔

حضرت خضر علیہ السلام کے وجود مسعود میں تو کلام ہی نہیں۔ تفاسیر کا مطالعہ مزید رہنمائی کرسکتا ہے۔ بعض نے حضرت الیاس علیہ السلام کو ملقب بخضر بتایا ہے اور بعض نے ان میں سے قرار دیا ہے جو تکوین عالم کی خدمات پر مامور ہیں۔ اس سے عقدۂ حیات بھی حل ہوجاتا ہے۔ متعدد صحیح احادیث میں مروی ہے کہ متعدد بندگانِ خدا انفضار عالم میں موجود ہیں۔ جو طالبین امداد کی مدد کرتے ہیں۔ قادر مطلق قادر ہے کہ جس کو چاہے حیات جاوید سے نواز دے۔ ملائکہ کا شمار اسی زمرے میں ہے۔ فکر بیش وکم میں مبتلا ہونا دانائی نہیں نادانی ہے مسلمات ٹکسالی باہر نہیں ہوتے۔

رہا مسئلہ ذکر رابطہ نہ تو وہ اتنا دقیق ہی ہے کہ اس کے فہم سے عقلیں عاجز ہوں۔ اور نہ ایسا ہی ہے کہ ہر کودن اور غبی الذہن بادنیٰ توجہ سمجھ لے۔ گویا کہ تل اوجھل پہاڑ ہے جب خیال و تصور پر سرزنش نہیں اور وہ گرفت سے بھی مستثنیٰ ہیں تو اسے بمنزلۂ شرک قرار دینا چہ معنیٰ دارد؟ وہ کتنے پڑھے لکھے ہیں جنھیں ذکر رابطہ میں شرک کی جھلکی نظر آتی ہے۔ صورت حال یہ ہے کہ جو بشدت مبتلائے انتشار ہیں اور خیالات کی وادیوں میں بھٹکتے پھرتے ہیں۔ وہ نکتہ رسی اور رمز شناسی کے وصف سے محروم ہیں یہ (ذکر رابطہ) ان ہی کے عارضۂ لاحقہ کا علاج ہے۔ کہنے والوں کی کیا بات ہے۔ وہ اگر صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کو بھی غیر اللہ کی راہ قرار دیں تو کیا تعجب ہے۔ کیوں کہ انھیں اس میں بھی شرک کی آمیزش نظر آئے گی اور توحید ابلیسی مجروح ہوتی دکھائی دے گی۔ نازک ترین امتیازات کا ادراک وصف خصوصی ہے۔ اس کو مرعی نہ رکھا جائے گا تو تار پود سب ہی بکھر جائے گا۔ واقعہ نگاری کا وصف یہ بھی ہے کہ بے سند کوئی بات زبان قلم پر نہ آئے اور کسی بزرگ

کو ناحق متہم نہ کیا جائے اور اگر اس کا ادنیٰ سا بھی تعلق اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے تو اس کا پورا پورا لحاظ رکھا جائے گا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتکرار فرمایا ہے اُذَکِّرُکُمُ اللّٰہَ فِیْ اَھْلِ بَیْتِیْ (صحیح مسلم عن زید بن ارقم) مبادا کہ بے احتیاطی کی پھٹکار میں مبتلا ہونا پڑ جائے۔

حضرت مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی فرمایا ہے:۔

"قواعد وضوابط دین اینہا نظم ونسق تمام دارد پس معلوم شد کہ دین مرتبے بودہ است ومنسوخ شدہ وازادیان منسوخہ غیر از دین یہود ونصاریٰ نسخ دین دیگر در شرع مذکور نیست حالانکہ نسخ بسیارے ازادیان واقع شدہ ودینہائے بسیار درمعرض محو واثبات آمدہ۔

اور ان کے مذاہب کے قواعد وضوابط میں پوری باقاعدگی ہے اس سے یہ واضح ہے کہ یہ مذہب باضابطہ رہا ہے اور منسوخ ہو گیا ہے، اور یہود ونصاریٰ کے دین کی منسوخی کے سوا اور مذاہب کے نسخ ہونے کا ذکر شرع میں نہیں ہے۔ حالانکہ بہت سے مذاہب منسوخ ہوئے ہیں کہ وہ اپنی جگہ سے ہٹ بھی گئے ہیں۔ اور (فضا) میں موجود بھی ہیں۔

یہ مختصر سا بیان بھی منہ سے پڑا بول رہا ہے کہ حضرت مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو علوم اسلامیہ سے بھی پوری آگاہی ہے اور علوم ویدک دھرم سے بھی نکتے نکتے پر نظر ہے اور پورا جائزہ لینے کے بعد ہی یہ کہا جا سکتا ہے کہ دین مرتبے بودہ است ومنسوخ شدہ۔ یہ انشاء پردازی کا کمال ہے کہ دین مرتب بتانے کے بعد تنسیخ کا ذکر فرمایا ہے۔ جس سے حکم نسخ کی اہمیت دوبالا ہو گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا ط (سبا ۲۸ پارہ ۲۲)

اور ہم نے آپ کو تمام بنی نوع انسان کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے۔

ان ارشادات سے واضح ہے کہ وہ تخصیص کہ کسی ملک کے باشندوں یا کسی قوم کے لئے کتابیں اور انبیاء بعثت کئے جاتے تھے۔ اب نہیں رہی بلکہ اب کافۃ للناس کے لئے

ایک ہی دین سے، جو اللہ پاک کے فرمان کے مطابق اسلام ہے ایک ہی کتاب ہے جو آخری کتاب ہے۔ جس کے بعد کوئی کتاب نازل نہ ہوگی اور وہ ہے قرآن حمید، اور اب ایک ہی نبی کی اتباع لازم ہے جو نبی آخرالزماں ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم جن کے بعد کوئی اور نبی مبوث نہ ہوگا۔ اس حکم کے تحت جملہ دیگر ادیان منسوخ ہو گئے۔ خواہ قرآن کریم میں ان کا ذکر ہے یا نہیں البتہ تمثیلاً دین یہود ونصاریٰ کا ذکر ہے جو اس عہد میں معروف تھے۔ مدعا یہ ہے، کہ جب معروف مذاہب منسوخ ہیں تو مجہول بھی منسوخ ہیں لیکن یہ بھی ہے کہ ادیان تو منسوخ ہو گئے ہیں لیکن ان انبیاء پر ایمان لانا لازم ہے جو ان ادیان کے پیشوا تھے۔ چاہے ان کے نام نامی کا ذکر قرآن پاک میں ہو چاہے نہ ہو۔ اور ان جملہ کتب سماوی پر بھی ایمان لانا لازم ہے جو انبیائے سابقین پر نازل ہوئی ہیں۔ قرآن کریم میں خواہ ان کا ذکر ہے یا نہیں ہے۔ اگر صرف ان ہی انبیاء پر اور ان ہی کتب پر ایمان ہے جن کا ذکر قرآن کریم میں ہے اور ان پر نہیں ہے جو لَمْ نَقْصُصْهُمْ کے زمرے میں ہیں اور ان سے متعلق کتب و صحائف پر بھی ایمان نہیں ہے۔ تو ایمان جھوجرا ہے ایسا شخص مومن کامل ہرگز نہیں ہے

حضرت مرزا صاحب نے مشرکینِ عرب کے عقیدے کی ترجمانی اس طرح فرمائی ہے۔

آنہا بتاں را متصرف بالذات می گفتند نہ آلۂ تصرف الٰہی وانہہا را خدائے زمیں می دانند و خدائے تعالیٰ را خدائے آسمان و ایں شرک در الوہیت است۔

وہ (مشرکینِ عرب) بتوں کو ایسا جانتے ہیں کہ وہ سب کچھ اپنے اختیار سے کرتے اور کر سکتے ہیں۔ وہ نہ اللہ پاک کے محتاج ہیں اور نہ وسیلہ ہیں بلکہ یہ زمین کے خدا ہیں اور اللہ صرف آسمان کا خدا ہے۔ اور یہ الوہیت میں شرک ہے۔

لہذا جو بھی شرک میں مبتلا ہے وہ مشرک ہے۔ اس میں اولاد آدم و اولاد ابراہیم علیہ السلام کی تخصیص بے معنیٰ سی بات ہے۔ اور جب ارشاداتِ باری تعالیٰ بھی ہے تو مشرکین عرب کا مشرک ہونا ہی ثابت ہے۔ پھر نہ انکار کی گنجائش ہے اور نہ کسی تاویل توجیہ کی۔ لہذا

اگر کوئی فرمانِ خداوندی کے خلاف تاویلات باردہ کو روا رکھتا ہے تو اس سے کیا سمجھا جا سکتا ہے یہی نا کہ الجنس الی الجنس یمیل۔ ساتھ ہی ساتھ حضرت مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی صراحت کر دی ہے۔

سجدہ ایشاں سجدہ تحیت است نہ سجدہ عبودیت کہ در آئین ایشاں بہ مادر و پدر و پیر و استاد بجائے سلام ہمیں سجدہ مرسوم و معمول است کہ آں را ڈنڈوت میگویند و اعتقاد تناسخ مستلزم کفر نیست۔

ان کفار ہند) کا سجدہ تعظیمی سجدہ ہے۔ سجدۂ عبودیت نہیں ہے (جو معبود ہی کے لئے مخصوص ہے) اور ان کے مذہب میں ماں باپ اور گرو کے لئے سلام کی بجائے اسی سجدے (سجدۂ تعظیمی) ہی پر عمل ہے اور یہی مروج ہے اور وہ اسے ڈنڈوت کہتے ہیں۔ اور تناسخ کا اعتقاد کفر کو لازم قرار نہیں دیتا۔

اس پیراگراف میں اتنا ہی بتایا ہے کہ یہ جو بزرگوں کے روبرو سجدہ کرتے ہیں انھیں معبود جان کر نہیں کرتے بلکہ ان کے ہاں سلام کا یہی طریقہ ہے اور وہ اسے ڈنڈوت کہتے ہیں۔ ڈنڈوت کے معنیٰ ہیں تسلیم و آداب بجالانا۔ اور لیٹ کر ماتھا ٹیکنا جو اسلامی سجدے سے مختلف ہے اور یہ سجدہ امم سابقہ میں نہ صرف روا تھا بلکہ واجب تھا۔ قرآن کریم میں ذکر ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے والدین نے اور ان کے بھائیوں نے ان کو سجدہ کیا وَخَرُّوا لَهُ سُجَّدًا (یوسف پارہ ۱۲) اس ذکر خیر سے یہ سوال سر اٹھاتا ہے کہ اگر یہ قطعاً حرام اور موجب شرک ہے تو کیا قرآن پاک نے اس عمل کی تخفیف کی جانب کوئی اشارہ بھی کیا ہے؟ اور کیا انبیائے سابقین کسی ایسے فعل کے کبھی مرتکب ہوئے ہیں جو مستقبل میں حرام اور شرک قرار پایا ہے۔ مثلاً شراب نوشی وغیرہم ان سوالات کے جوابات ہی میں اس مسئلہ کا حل نکل سکتا ہے۔ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے اور علماء نے خوب خوب زور قلم صرف کیا ہے۔ لیکن حاصل کچھ بھی نہ ہوا مسئلہ مختلف فیہ ہی رہا۔

آخری جملہ مسئلہ تناسخ سے متعلق ہے۔ اس کی بے ساختگی بتا رہی ہے کہ وہ کامل

عبور اور گہرے مطالعہ کا نچوڑ ہے۔ کتب مقدسہ وید اس بات میں خاموش ہیں۔ کتب مقدسہ وید میں تناسخ کا ذکر ذرا بھی نہیں ہے۔ البتہ پتر لوک یعنی برزخ کا ذکر ہے۔ اس مسئلے کے بعض پہلو مفکرین کی اختراعات سے متاثر ہیں۔ اس مسئلے کے دو اہم پہلو ہیں جنھیں رنگ رنگ سے نمایاں کیا گیا ہے۔ اس کا آغاز انسانی موت اور انجام لا محالہ وہی ہے۔ جو پرلے (قیامت) سورگ (بہشت) مہاکمت (نجات کبریٰ) یا نرک (دوزخ) سے تعبیر کیا گیا ہے۔ درمیانی وقفہ کو چاہیے عالم برزخ سے تعبیر کیا جائے۔ چاہے عالم مثال سے۔ اس عالم میں اعمال کی جن مثالی اشکال سے متواتر دوچار رہنا پڑتا ہے۔ بعض متکلمین نے ان ہی کیفیات کو دور و تسلسل سے تعبیر کر لیا ہے جس کا تعلق مذہب سے نہیں فلسفہ و علم کلام سے ہے اس طرح بعض نے ان کیفات کو غلط فہمی سے عالم اجسام سے متعلق گمان کر لیا ہے۔ تاہم نفس مسئلہ کی نوعیت اتنی ہی ہے کہ وہ عالم مثال کی کیفیات ہیں اور یہ مسلمات سے ہے کہ عالم مثال میں جو اجسام سے نظر آتے ہیں وہ مرنے والوں کے اعمال کے مثالی پیکر ہوتے ہیں جو بعینہ ان کے جسم خاکی کے مثنیٰ بھی ہوتے ہیں۔ مگر خاکی و بادی نہیں ہوتے۔ علامہ سید سلمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

بعض ایسی سعید روحیں بھی ہوتی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس برزخ میں جسم خاکی کی شکل و صورت سے آزاد کر کے کوئی دوسرا مثالی جسم عطا کرتا ہے۔ جیسا کہ احادیث میں آیا ہے کہ مومن کامل کی روح پرندوں کی شکل میں جنت میں اڑتی پھرتی ہیں۔ (ابن ماجہ، بخاری) خصوصاً شہداء کے متعلق ہے کہ وہ سبز پرندوں کی شکل میں ہوں گے اور عرش الٰہی کی قندیلیں ان کے آشیانہ ہوں گی۔ (۶۷۰۔ ۶۷۱)

حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے متعلق احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ وہ شہادت کے بعد اپنے دونوں بازوؤں اور پروں سے فرشتوں کے ساتھ عالم ملکوت میں اڑ رہے تھے۔ (۶۷۷)
(سیرۃ النبیؐ جلد ۴)

مزید معلومات کے لئے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور کتاب "حجۃ اللہ البالغہ" (باب عالم امثال) اور حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی معروف کتاب "احیاء العلوم" اور ان کی مختصر کتاب "رسالہ اخبار الاخیار" کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ تناسخ کے معنی یہی تو ہیں کہ روح کا ایک قالب سے دوسرے قالب میں منتقل ہونا۔ اور یہ اسلامی روایات سے ثابت ہے۔ پھر نفس مسئلہ کو موجب کفر کیسے قرار دیا جا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک بالغ النظر علماء میں سے کسی نے بھی حضرت مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس فتویٰ پر غلطی نہیں دھری ہے۔ اُدھ کچروں کا کیا ہے۔ ان کی بات تو لائق اعتبار ہوتی ہی نہیں۔

حضرت مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی روش یہ ہے کہ وہ حکمت و مواعظ حسنہ سے سَنِّیِ احسن فرتے ہیں۔ قریب بلاتے ہیں۔ درشت کلامی سے دھتکارتے اور دور ہٹاتے نہیں ہیں۔ ان کا ایک ایک لفظ یہ کہتا سنائی دیتا ہے۔

تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَآءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰہَ وَلَا نُشْرِکَ بِہٖ شَیْئًا وَّلَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ۔

آؤ اس بات کی طرف جو ہم میں اور تم میں یکساں ہی ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم اور تم اللہ کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کریں۔ اور کسی کو اللہ کا شریک نہ ٹھہرائیں اور کسی دوسرے کو رب نہ مانیں۔ (آلِ عمران ۶۴ پ ۳)

شہرۂ آفاق صوفی عالم حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی ویدک علوم پر عبور تھا انھوں نے کلام اللہ کا جو ہندی زبان میں ترجمہ کیا ہے اس میں کتب مقدسہ ویدہی کے مستعملہ الفاظ سے ترجمانی میں مدد لی ہے۔ تو چونکہ اس کے مطالعہ سے مضطرب الحال اشخاص کی ذہنی پراگندگی رفع ہو سکتی ہے لہذا مشتے از خروارے ہدیہ چند آیات اور ان کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔

(۱) ذَالِکَ الْکِتَابُ لَا رَیْبَ فِیْہِ (البقرہ پارہ ۱)

اس مہاوید کے پرمیشوری ہونے میں کوئی ویدھا نہیں۔

(۲) ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ (البقرہ پارہ ۱)

اور وہ بھگتوں کو بھلی راہ پر لگاتا ہے۔

(۳) وَاذْکُرْ فِی الْکِتَابِ مَرْیَمَ (مریم ۱۶- پارہ ۱۶)

اور آکاش پوتھی میں مریم کنواری ستونتی کی کتھا چت دگیر۔

(۴) وَاذْکُرْ فِی الْکِتَابِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّہٗ کَانَ صِدِّیْقًا نَّبِیًّا (مریم ۴۱ پارہ ۱۶)

اور آکاش پوتھی میں تو ابراہیم نبی کی کتھا سن۔ سچ وہ مہا شدھ ست بچن اوتار تھا۔

(۵) وَاذْکُرْ فِی الْکِتَابِ مُوْسٰی (مریم ۵۱ پارہ ۱۶)

اور آکاش پوتھی میں موسیٰ مہا شدھ اوتار کی کتھا یاد کر۔

(۶) وَاذْکُرْ فِی الْکِتَابِ اِسْمَاعِیْلَ (مریم ۵۴- ۱۶/۹)

اور تو آکاش پوتھی میں اسماعیل مہا شدھ اوتار کی کتھا یاد کر۔

(۷) وَاذْکُرْ فِی الْکِتَابِ اِدْرِیْسَ (مریم ۵۷ پارہ ۱۶)

اور تو آکاش پوتھی میں ادریس مہا شدھ اوتار کی کتھا یاد کر۔

(۸) وَکُلُّھُمْ اٰتِیْہِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ فَرْدًا (مریم ۹۵ پارہ ۱۶)

اور سب کے سب اس کے پاس مہا پرلے کے دن اکیلے اکیلے آئیں گے۔

(۹) قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّکِ لِاَھَبَ لَکِ غُلٰمًا زَکِیًّا (مریم ۱۹ پارہ ۱۶)

مہیش سندیسی بولا۔ میں اور کوئی نہیں تیرے پالنہار ہی کا بھیجا ہوا ہوں اس لئے آیا ہوں کہ تجھے ایک ستھرا سوچھ بالک دوں۔

یہ حقیقت ہے ملائکہ بحکم خداوندی تکوینی خدمات پر بھی معمور ہیں۔ اور رہے ہیں۔ یہ

وصف قادر مطلق سے قدرت کاملہ کا مظہر ہے نقص نہیں ہے۔

(۱۰) وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا (انبیاء ۸۷ پ)

اور مچھ بھوج اوتار (یونس) کی کتھا سن وہ جب جھنجھلا کر چلے۔

(۱۱) یٰسٓ ط وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ (یٰسٓ ۱ پارہ ۲۲)

اے پورن جوت۔ پکے وید کی قسم

(۱۲) اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ (الرحمٰن ۱۰ پارہ ۲۷)

مہر بھرے داتا نے مہا وید کو پڑھایا

(۱۳) اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ (الواقعہ ۱ پارہ ۲۷)

مہا پرلے جس گھڑی آپڑے گی

(۱۴) اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ (الواقعہ ۷۷ پارہ ۲۷)

یہ سندر من بھاتا وید پران ہے

(۱۵) لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ (حشر ۲۱ پارہ)

اگر یہ ست وید کسی پہاڑ پر اتارتے۔

سچ تو یہ ہے کہ نبوت کے مقدس ترین کام تبلیغ دین کی اہم ترین خدمات ہند و پاک میں جس طرح بن پڑیں۔ صوفیہ کرام رحمہم اللہ ہی نے انجام دی ہیں جو عالم بھی تھے عارف بھی اور جن کی بھیتے کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں ورنہ تاریخ شاہد ہے کہ العلم حجاب الاکبر ہی کی گھٹا ٹوپ بدلیاں چھائی رہی ہیں۔ اب بھی باعزت زندگی گذارنے کے لئے ان ہی بزرگوں کے نقش قدم رہنما ہیں جو اتباع رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سانچے میں ڈھلے ہوئے تھے۔ المختصر ان آیاتِ مبارکہ کے تراجم سے وید۔ پرمیشور۔ اوتار اور پرلے وغیرہ اہم الفاظ کے معنیٰ اور ان کے موقف کا صحیح صحیح علم حاصل ہوتا اور قلب مضطر کو سکون بخشتا ہے۔

حضرت شاہ ابوالخیر اکاڈمی کی مطبوعات

۱ مقاماتِ اخیار (سوانح حیات ابوالخیر)	فارسی آفسیٹ	قیمت ۶۰ روپے
۲ القول الجلی فی ذکر آثار الولی	فارسی آفسیٹ	۳۰ روپے
۳ مقاماتِ خیر (سوانح ہادیٔ کامل شاہ ابوالخیر) مع اضافہ	اردو طبع جدید آفسیٹ	۷۵ روپے
۴ مقاماتِ خیر (سوانح ہادیٔ کامل شاہ ابوالخیر)	اردو طبع قدیم	۳۰ روپے
۵ حضرت مجدّد اور ان کے ناقدین	اردو آفسیٹ	۱۵ روپے
۶ مجموعۂ خیر البیان فی مولد سید الانس والجان	اردو آفسٹ	۱۵ روپے
۷ تاریخ القرآن از مفتی عبداللطیف رحمانی	اردو آفسٹ	۱۵ روپے
۸ بزمِ خیر از زید در جواب بزمِ جمشید	اردو آفسیٹ	۱۲ روپے
۹ علامہ ابنِ تیمیہ اور ان کے ہمعصر علماء	اردو آفسیٹ	۱۲ روپے
۱۰ مولانا اسماعیل اور تقویۃ الایمان	اردو آفسیٹ	۱۰ روپے
۱۱ مدارج الخیر طریقہ نقشبندیہ مجددیہ	اردو آفسیٹ	۱۰ روپے
۱۲ معمولاتِ خیر از مولانا محمد نعیم اللہ خیالی	اردو آفسیٹ	۱۰ روپے
۱۳ المجموعۃ السنیہ (رد روافض، مکتوب شاہ ولی اللہ بہ محمد امین)	آفسیٹ	۱۰ روپے

۱۴ مسئلہ ضبطِ ولادت اردو آفسیٹ ۱۰ روپے

۱۵ وحدۃ الوجود از بحر العلوم مع بیان وحدۃ الشہود اردو آفسیٹ ۱۰ روپے

۱۶ زیارتِ خیر الانام شفاء السقام کا ترجمہ اردو آفسیٹ ۱۲ روپے

۱۷ عرفانیاتِ باقی۔ حضرت خواجہ باقی باللہ کا فارسی کلام ۱۰ روپے

۱۸ مونس الارواح (شاہ جہاں کی بیٹی جہاں آرا کا رسالہ مشائخ چشت حال میں) ۶ روپے

۱۹ سہ رسائل معرفت افزا (قیومیت مقارہ مکالمہ) آفسیٹ ۴ روپے

۲۰ فیصلہ پنج مسئلہ آفسیٹ ۶ روپے

۲۱ ہندوستانی قدیم مذاہب اور حضرت میرزا مظہر جانِ جاناں آفسیٹ ۶ روپے

۲۲ سوانح حیات سید عارفین شاہ بلال آفسیٹ ۳ روپے

۲۳ خیر المقال در اثبات رویتِ ہلال آفسیٹ ۳ روپے

۲۴ القول الجلی کا مقدمہ اور اختتامیہ آفسیٹ ۳ روپے

۲۵ منہج الألبّاء ۳ روپے

امام الائمہ حضرت امام ابوحنیفہ نعمان (زیرِ تالیف)

درگاہ حضرت شاہ ابوالخیر۔ شاہ ابوالخیر مارگ، دہلی ۶

حضرت شاہ ابوالخیر اکاڈمی کی مطبوعات

مقاماتِ خیر (سوانح ہادیٔ کامل شاہ ابوالخیر)
مع اضافہ اردو۔ طبع جدید آفسیٹ -/۱۵ روپے

مقاماتِ خیر (سوانح ہادیٔ کامل شاہ ابوالخیر)
اردو طبع قدیم -/۳۰ روپے

مقاماتِ اخیار (سوانح حیات ابوالخیر) فارسی -/۱۸ روپے

القول الجلی فی ذکر آثار الولی فارسی آفسیٹ -/۱۲ روپے

حضرت مجدّد اور ان کے ناقدین اردو آفسیٹ -/۱۵

مجموعۂ خیر البیان فی مولد سید الانس والجان " -/۱۵

تاریخ القرآن از مفتی عبد اللطیف رحمانی " -/۱۵

بزمِ خیر از زید در جواب بزمِ جمشید " -/۱۲

علامہ ابنِ تیمیہ اور ان کے ہمعصر علماء " -/۱۲

مدارج الخیر طریقہ نقشبندیہ مجددیہ " -/۱۰

معمولاتِ خیر از مولانا محمد نعیم اللہ خیالی " -/۱۰

مولانا اسماعیل اور تقویۃ الایمان " -/۱۰

المجموعۃ السنیہ (رد روافض مکتوب
شاہ ولی اللہ بہ محمد امین) " -/۱۰

مسئلہ ضبطِ ولادت " -/۱۰

وحدۃ الوجود از بحر العلوم
مع بیان وحدۃ الشہود اردو آفسیٹ -/۱۰ روپے

زیارتِ خیر الانام ترجمہ شفاء السقام " -/۱۲

عرفانیاتِ باقی (حضرت خواجہ
باقی باللہ کا فارسی کلام) -/۱۰

مونس الارواح (شاہجہاں کی بیٹی جہاں آرا
کا رسالہ مشائخ چشت کے حال میں) -/۶

سہ رسائل معرفت افزا
(قیومیت، مقالہ، مکالمہ) اردو آفسیٹ -/۶

فیصلہ پنج مسئلہ " -/۶

ہندوستانی قدیم مذاہب اور
حضرت میرزا مظہر جان جاناں " -/۶

سوانح حیات سید عارفین شاہ بلال " -/۳

خیر المقال در اثبات رویتِ ہلال " -/۳

القول الجلی کا مقدمہ اور اختتامیہ " -/۳

منہج الأنبیاء -/۳

امام الائمہ حضرت امام ابوحنیفہ نعمان (زیر تالیف)

نوٹ:۔ تاجرانِ کتب کو ۳۳ فیصد کمیشن دیا جاتا ہے۔

درگاہ حضرت شاہ ابوالخیر، شاہ ابوالخیر مارگ دہلی